

MAKTABA TUL HADITH HAZRO

By Alhadith at 10:36:03 PM, 3/26/2015



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



0300-5335233

معاونین

حافظ ندیم ظہیر 0301-6603296
محمد صفدر حفزوی 0334-5606841
ابو جابر عبداللہ دامانوی 0300-7062081
ابو خالد شاکر

اللَّهُ تَعَالَى أَحْسَنُ الْحَدِيثِ

الحديث

ناشر

نضر اللہ امرأ سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه

جلد: ۵ ذوالحجہ ۱۴۲۸ھ جنوری ۲۰۰۸ء شماره: 1

اسی

شماریے پیش

2	ابومعاز	نماز کی حفاظت
3	حافظ زبیر علی زئی	عذاب قبر اسی زمین پر ہوتا ہے
6	حافظ زبیر علی زئی	توضیح الاحکام
12	محمد صدیق رضا	امت مصطفیٰ اور شرک
20	حافظ زبیر علی زئی	محمد بن عثمان بن ابی شیبہ
28	محمد غیب احمد	ایک روایت اور اس کی تحقیق
39	حافظ زبیر علی زئی	نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا
41	حافظ زبیر علی زئی	صحیح بخاری پر بحرمانہ جملے اور
49	ابو جابر عبداللہ دامانوی	ایک غلط فہمی کا ازالہ

قیمت

فی شماره : 15 روپے
سالانہ : 150 روپے
علاوہ محصول ڈاک
پاکستان: مع محصول ڈاک
200 روپے

برائے رابطہ

مکتبہ الحديث

حضرت ضلع انک

ناشر

حافظ شیر محمد

0300-5288783

تمام اشاعت

مکتبہ الحديث

حضرت ضلع انک

ابومعاذ

کلمۃ الحدیث

نماز کی حفاظت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ﴾ یقیناً ایمان والے کامیاب ہو گئے جو اپنی نماز میں خشوع (عاجزی) اختیار کرتے ہیں۔ (المؤمنون: ۲۰۱)
خشوع کا مطلب ہے: عاجزی، انکساری، خوف، نگاہ نیچی کرنا۔ دیکھئے القاموس الوحید (ص ۴۴۱)
دوسری جگہ ارشاد ہے: ”اور جو لوگ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔“ (المؤمنون: ۹)
دین اسلام کے پانچ ستونوں میں سے دوسرا بنیادی ستون نماز ہے۔ صحیح مسلم میں آیا ہے کہ ایک آدمی نے (سیدنا) عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے پوچھا: کیا آپ جہاد نہیں کرتے؟ تو انھوں نے جواب دیا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: اسلام کی بنیاد پانچ (ارکان) پر ہے: لا إله إلا الله (اور محمد رسول الله) کی گواہی دینا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے اور بیت اللہ کا حج۔ (۱۶، ترقیم دارالسلام: ۱۱۴)
لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو حکم دیا: ﴿يُنْسَىٰ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَامْرُؤًا بِالمَعْرُوفِ وَأَنَّهُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ﴾ اے میرے بیٹے! نماز قائم کرو اور نیکی کا حکم دے اور بُرائی سے منع کرو اور جو مصیبت تجھے پہنچے اس پر صبر کر۔ (لقمان: ۱۷)
ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز (عصر) کی حفاظت کرو اور اللہ کے لئے عاجزی و انکساری سے قیام کرتے ہوئے کھڑے ہو جاؤ۔“ (البقرہ: ۲۳۸)
سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ((الصَّلَاةُ فِي أَوَّلِ وَقْتِهَا)) اول وقت پر نماز پڑھنا۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۳۲۷ و سندہ صحیح، صحیح ابن حبان، الموارد: ۲۸۰ و صحیح الحاکم والذہبی ۱۸۸/۱، ۱۸۹)
ہمیں چاہئے کہ ہم پانچوں نمازوں کی حفاظت کا اہتمام کریں اور ہمیشہ اول وقت پر سنت کے مطابق یہ نمازیں پڑھیں تاکہ ہمارا رب ہم سے راضی ہو جائے۔

اضواء المصباح

عذاب قبر اسی زمین پر ہوتا ہے

(۱۲۷) وعن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله ﷺ :

((إن أحدكم إذا مات عرض عليه مقعده بالغداة والعشي، إن كان من أهل الجنة فمن أهل الجنة وإن كان من أهل النار فمن أهل النار، فيقال : هذا مقعدك حتى يبعثك الله إليه يوم القيامة .)) متفق عليه .

(سیدنا) عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مرتا ہے تو اس کا ٹھکانا صبح و شام اسے دکھایا جاتا ہے، اگر وہ جنتیوں میں سے تھا تو جنتیوں کا اور اگر وہ دوزخیوں میں سے تھا تو دوزخیوں کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے، پھر کہا جاتا ہے: یہ تیرا ٹھکانا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تجھے قیامت کے دن اٹھا کر یہاں لے جائے گا۔ متفق علیہ (صحیح بخاری: ۱۳۷۹، صحیح مسلم: ۲۸۶۶/۶۵)

فقہ الحدیث: ① عذاب قبر و ثواب قبر برحق ہے۔

② دونوں ٹھکانے دکھائے جانے میں مومن کے لئے رحمت و نعمت اور کافر و منافق کے لئے عذاب ہے۔ ③ جسم اگر فنا بھی ہو جائے لیکن روح فنا نہیں ہوتی۔

(۱۲۸) وعن عائشة رضي الله عنها أن يهودية دخلت عليها فذكرت عذاب القبر فقالت لها: أعاذك الله من عذاب القبر، فسألت عائشة رسول الله ﷺ عن عذاب القبر؟ فقال: ((نعم عذاب القبر حق)) . قالت عائشة: فما رأيت رسول الله ﷺ بعد صلى صلاة إلا تعوذ بالله من عذاب القبر . متفق عليه .

(سیدہ) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک یہودی عورت آئی تو عذاب قبر کا

ذکر کیا اور ان (عائشہ رضی اللہ عنہا) سے کہا: اللہ تجھے قبر کے عذاب سے بچائے۔ پھر عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے رسول اللہ ﷺ سے عذاب قبر کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: جی ہاں! عذاب قبر برحق ہے۔ عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے کہا: پھر اس کے بعد میں نے یہی دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی نماز پڑھتے تو قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگتے۔

متفق علیہ (بخاری: ۱۳۷۲، مسلم: ۵۸۶/۱۲۵)

فقہ الحدیث: ① عذاب قبر کا علم آپ ﷺ کو بذریعہ وحی ہوا تھا۔
② رسول اللہ ﷺ کا عذاب قبر سے پناہ مانگنا صرف امت کی تعلیم کے لئے ہے۔
③ حق بات جہاں سے بھی ملے اس پر عمل کرنا چاہئے۔
④ بعض اوقات کافروں اور گمراہوں کی بات بھی صحیح ہوتی ہے بشرطیکہ قرآن، حدیث، اجماع اور فہم سلف صالحین کے مطابق ہو۔

⑤ کافروں کے ساتھ تعلقات رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ ان تعلقات سے دین اسلام کو کوئی نقصان نہ ہو۔ ⑥ نماز میں عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگنا سنت ہے۔
⑦ اگر اللہ چاہے تو گناہ گار مومن مسلمانوں کو بھی عذاب قبر ہو سکتا ہے۔ یہ بات آپ ﷺ کو اس یہودی عورت کے مدینہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آنے کے بعد بذریعہ وحی بتائی گئی تھی، رہا کافروں پر عذاب قبر تو اس کا ثبوت کی آیات میں ہے۔

(۱۲۹) وعن زید بن ثابت قال: بینا رسول اللہ ﷺ فی حائط لبني النجار علی بغلة له و نحن معه إذا حادث به و کادت تلقیه . و إذا أقبر ستة أو خمسة فقال: ((من یعرف أصحاب هذه الأقبیر؟)) قال رجل: أنا. قال: ((فمتی ماتوا؟)) قال: فی الشریک . فقال: ((إن هذه الأمة تبئلی فی قبورها فلو لا أن لا تدافنوا لدعوت اللہ أن یسمعکم من عذاب القبر الذي أسمع منه)) ثم أقبل بوجهه علینا فقال: ((تعوذوا باللہ من عذاب النار .)) قالوا: نعوذ باللہ من عذاب النار . قال: ((تعوذوا باللہ من عذاب القبر .)) قالوا:

نعوذ باللہ من عذاب القبر۔ قال: ((تعوذوا باللہ من الفتن ما ظہر منها وما بطن۔)) قالوا: نعوذ باللہ من الفتن ما ظہر منها وما بطن۔ قال: ((تعوذوا باللہ من فتنۃ الدجال۔)) قالوا: نعوذ باللہ من فتنۃ الدجال۔ رواہ مسلم۔

(سیدنا) زید بن ثابت (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ بنو نجار (انصار یوں) کے ایک باغ میں اپنے خچر پر تشریف فرما تھے اور ہم آپ کے ساتھ تھے، اتنے میں خچر بدکا اور قریب تھا کہ وہ آپ کو گرا دے، کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں پانچ چھ قبریں ہیں۔ آپ نے فرمایا: ان قبر والوں کو کون جانتا ہے؟ ایک آدمی نے کہا: میں، آپ نے پوچھا: یہ کب مرے تھے؟ اس نے جواب دیا: شرک (کے زمانے) میں۔ تو آپ نے فرمایا: اس امت کو قبروں میں آزمایا جاتا ہے اور اگر تم (مردے) دفن کرنا چھوڑ نہ دیتے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ تمہیں قبر کا عذاب سنا دے جسے میں سنتا ہوں۔ پھر آپ نے ہماری طرف چہرہ مبارک پھیر کر فرمایا: جہنم کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو۔ صحابہ نے کہا: ہم جہنم کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو۔ صحابہ نے کہا: قبر کے عذاب سے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: فتنے جو ظاہر ہوں اور جو چھپے ہوں، ان سے اللہ کی پناہ مانگو۔ صحابہ نے کہا: فتنے جو ظاہر ہیں اور جو چھپے ہوئے ہیں، ان سے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: دجال کے فتنے سے اللہ کی پناہ مانگو۔ صحابہ نے کہا: دجال کے فتنے سے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ اسے مسلم (۶۷/۲۸۶) نے روایت کیا ہے۔
فقہ الحدیث:

- ① عذاب قبر اسی زمین پر ہوتا ہے جسے زمین پر قبر کے قریب والے جانور سنتے ہیں۔
- ② رسول اللہ ﷺ عالم الغیب نہیں ہیں بلکہ یہ صرف اللہ ہی کی صفتِ خاصہ ہے۔
- ③ اگر عام لوگوں کو عذابِ قبر کا نظارہ ہو جائے تو میت کو دفن کرنے سے جاہل مارے خوف کے دور بھاگیں گے اور اہل علم بھی عام لوگوں کے مردوں سے دور رہیں گے۔
- ④ عذابِ قبر ایمان بالغیب میں سے ہے۔

حافظ زبیر علی زئی

توضیح الاحکام

قربانی کے تین دن ہیں

سوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ محترم حافظ صاحب میری، اللہ سے دُعا ہے کہ اللہ آپ کو صحت و عافیت کے ساتھ لمبی عمر عطا فرمائے اور اللہ آپ کے رسالے ”الحدیث“ کو دن و گنی رات چو گنی ترقی عطا فرمائے۔ محترم الشیخ ”الحدیث“ کا ہر شمارہ علم و تحقیق کا شاہکار اور تحقیقی مضامین کا گہوارہ ہوتا ہے۔ محترم الشیخ آپ نے رسالے کی قیمت سالانہ ۲۰۰ روپے رکھی ہے اگر یہ ایک رسالہ مجھے ۲۰۰ روپے کا بھی ملے تو میں یہ رسالہ لینے کے لئے تیار ہوں۔ اللہ آپ کی اس محنت کو قبول فرمائے (آمین) مگر افسوس! اتنا تحقیقی رسالہ ہمارے اہل حدیث بھائیوں تک نہیں پہنچتا اور وہ قرآن و حدیث پر مبنی اس رسالے سے ناواقف ہیں۔ اہل حدیث بھائیوں کے علاوہ پاکستان کے تمام اہل حدیث علماء کے پاس بھی یہ رسالہ نہیں پہنچ رہا صرف چند ایک علماء کے پاس یہ رسالہ پہنچتا ہے۔ میری آپ سے اور تمام اہل حدیث بھائیوں سے گزارش ہے کہ اس رسالے کو اکثر اہل حدیث علماء تک پہنچائیں اور اہل حدیث طلباء جو مدارس میں پڑھ رہے ہیں وہاں بھی یہ رسالہ پہنچنا چاہئے تاکہ نوجوان نسل کے اندر علم و تحقیق کی لہر دوڑے اور وہ اس رسالے کو پڑھ کر تحقیق کی طرف آئیں اور وہ اسماء الرجال کا علم حاصل کریں اور وہ مسلک اہل حدیث کی خوب خدمت کر سکیں۔

محترم الشیخ صاحب! میرے اس خط اور میرے مندرجہ ذیل سوال کو ماہنامہ ”الحدیث“ میں شائع کریں۔ سوال یہ ہے کہ کیا چوتھے دن قربانی کرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے؟ میں نے بعض علماء سے سنا ہے کہ چوتھے دن قربانی کرنے والی جو احادیث ہیں وہ ضعیف ہیں اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ قربانی تین دن ہے۔ اس سلسلے میں ہفت روزہ اہل حدیث میں فضیلۃ الشیخ عبدالستار حماد حفظہ اللہ نے دلائل

سے ثابت کیا ہے کہ قربانی چار دن ہے ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

فضیلۃ الشیخ نے لکھا ہے کہ ”قربانی، عید کے بعد تین دن تک کیجا سکتی ہے۔ عید و سوس (۱۰) ذوالحجہ کو ہوتی ہے، اس کے بعد تین دنوں کو ایام تشریق کہتے ہیں۔ ایام تشریق کو ذبح کے دن قرار دیا گیا ہے چنانچہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمام ایام تشریق ذبح کے دن ہیں (مسند امام احمد ص ۸۲ ج ۴) اگرچہ اس روایت کے متعلق کہا جاتا ہے کہ منقطع ہے لیکن امام ابن حبان اور امام بیہقی نے اسے موصول بیان کیا ہے اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ (صحیح الجامع الصغیر: ۴۵۳)

بعض فقہاء نے عید کے بعد صرف دو دن تک قربانی کی اجازت دی ہے ان کی دلیل درج ذیل امر ہے:

قربانی یوم الاضحیٰ کے بعد دو دن تک ہے (بیہقی ص ۲۹ ج ۹) لیکن یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا قول ہے، اس لئے رسول اللہ ﷺ کی مرفوع حدیث کے مقابلہ میں پیش نہیں کیا جاسکتا لہذا قابل حجت نہیں۔ علامہ شوکانی نے اس کے متعلق پانچ مذاہب ذکر کئے ہیں پھر اپنا فیصلہ بایں الفاظ لکھا ہے: ”تمام ایام تشریق ذبح کے دن ہیں اور وہ یوم النحر کے بعد تین دن ہیں۔“ (نیل الاوطار ص ۱۲۵ ج ۵)

واضح رہے پہلے دن قربانی کرنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ اسی پر عمل پیرا رہے ہیں لہذا بلاوجہ قربانی دیر سے نہ کی جائے اگرچہ بعض حضرات کا خیال ہے کہ غرباء مساکین کو فائدہ پہنچانے کیلئے تاخیر کرنا افضل ہے لیکن یہ محض ایک خیال ہے جس کی کوئی منقول دلیل نہیں ہے۔ نیز اگر کسی نے تیرہ (۱۳) ذوالحجہ کو قربانی کرنا ہو تو غروب آفتاب سے پہلے پہلے قربانی کر دے کیونکہ غروب آفتاب کے بعد اگلا دن شروع ہو جاتا ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث جلد ۳۸۔ ۳۷ تا ۱۳ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ ۱۲ اپریل تا ۳ مئی ۲۰۰۷ء)

یہ وہ دلائل ہیں جن کو حافظ عبدالستار حماد حفظہ اللہ نے بیان کیا ہے۔

محترم الشیخ صاحب مندرجہ بالا دلائل اور ان کے علاوہ چوتھے دن قربانی کے جتنے

دلائل ہیں ان کو بیان کریں اور ان کی اسنادی حیثیت کو واضح کریں اور اس مسئلہ قرہانی کے بارے میں صحیح ترین تحقیق بیان فرمائیں، اللہ آپکو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

اس سوال کو الحدیث میں شائع کریں اور اس کا جواب تحریر فرما کر جوابی لفافے میں بھی ارسال فرمائیں۔ (خرم ارشاد محمدی۔ دولت نگر، گجرات ۲۹/اپریل ۲۰۰۷ء)

الجواب: مسند احمد (۸۲/۴ ح ۱۶۷۵۲) والی روایت واقعی منقطع ہے۔

سلیمان بن موسیٰ نے سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔ امام بیہقی نے اس روایت کے بارے میں فرمایا: ”مرسل“، یعنی منقطع ہے۔ (السنن الکبریٰ ج ۵ ص ۲۳۹، ج ۹ ص ۲۹۵)

امام ترمذی کی طرف منسوب کتاب العلل میں امام بخاری سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: ”سلیمان لم یدرک أحدًا من أصحاب النبی ﷺ“، سلیمان (بن موسیٰ) نے نبی ﷺ کے صحابہ میں سے کسی کو بھی نہیں پایا۔ (العلل الکبریٰ ص ۳۱۳)

اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ کسی صحیح دلیل سے یہ ثابت نہیں ہے کہ سلیمان بن موسیٰ نے سیدنا جبیر رضی اللہ عنہ کو پایا ہے۔ آنے والی روایت (نمبر ۲) سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ سلیمان بن موسیٰ نے سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نہیں سنی۔

نیز دیکھئے نصب الراية (۶۱/۳)

روایت نمبر ۲: صحیح ابن حبان (الاحسان: ۳۸۴۳، دوسرا نسخہ: ۳۸۵۴) والکامل لابن عدی (۱۱۱۸/۳، دوسرا نسخہ: ۲۶۰/۴) والسنن الکبریٰ للبیہقی (۲۹۵/۹، ۲۹۶) اور مسند البزار (کشف الاستار ۲/۲۷ ح ۱۱۲۶) وغیرہ میں ”سلیمان بن موسیٰ عن عبد الرحمن بن أبي حسين عن جبیر بن مطعم“ کی سند سے مروی ہے کہ ((وفي كل أيام التشريق ذبح.)) اور سارے ایام تشریق میں ذبح ہے۔ یہ روایت دو وجہ سے ضعیف ہے:

① حافظ البزار نے کہا: ”واين أبي حسين لم يلق جبیر بن مطعم“

اور (عبد الرحمن) ابن ابی حسین کی جبیر بن مطعم سے ملاقات نہیں ہوئی۔

(البحر الزخار ۳۶۸/۸ ح ۳۴۴۳، نیز دیکھئے نصب الراية ج ۳ ص ۶۱ والتمهيد نسخہ جدیدہ ۲۸۳/۱۰)

① عبد الرحمن بن ابی حسین کی توثیق ابن حبان (الثقات ۱۰۹/۵) کے علاوہ کسی اور سے ثابت نہیں ہے لہذا یہ راوی مجہول الحال ہے۔

روایت نمبر ۳: طبرانی (المعجم الکبیر ۱۳۸/۲ ح ۱۵۸۳) بزار (المحراز ۳۶۳/۸ ح ۳۴۴۳) بیہقی (السنن الکبریٰ ۲۳۹/۵، ۲۹۲/۹) اور دارقطنی (السنن ۲۸۴/۲ ح ۴۷۱۱) وغیرہم نے ”سويد بن عبد العزيز عن سعيد بن عبد العزيز التنوخي عن سليمان بن موسى عن نافع بن جبیر بن مطعم عن أبيه“ کی سند سے مرفوعاً نقل کیا کہ ((أيام التشريق كلها ذبيح)) تمام ایام تشریق میں ذبح ہے۔

اس روایت کا بنیادی راوی سويد بن عبد العزيز ضعیف ہے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۲۶۹۲) حافظ بیہقی نے کہا: ”ضعفه جمهور الأئمة“

اور اسے جمہور اماموں نے ضعیف کہا ہے۔ (مجمع الزوائد ۱۳۷/۳)

روایت نمبر ۴: ایک روایت میں آیا ہے کہ ”عن سليمان بن موسى أن عمرو بن دينار حدثه عن جبیر بن مطعم أن رسول الله ﷺ قال: كل أيام التشريق ذبيح“ (سنن الدارقطنی ۲۸۴/۲ ح ۴۷۱۳، والسنن الکبریٰ للبیہقی ۲۶۹۲)

یہ روایت دو وجہ سے مردود ہے:

① اس کا راوی احمد بن عیسیٰ الخشاب سخت مجروح ہے۔

دیکھئے لسان المیزان (ج ۱ ص ۲۴۰، ۲۴۱)

② عمرو بن دينار کی جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔

دیکھئے الموسوعة الحديثية (ج ۲ ص ۳۱۷)

تنبیہ: ایک روایت میں ”الولید بن مسلم عن حفص بن غیلان عن سليمان بن موسى عن محمد بن المنکدر عن جبیر بن مطعم“ کی سند سے آیا ہے کہ ”عرفات موقف وادفعوا من عرنة والمزدلفة موقف وادفعوا عن محسر“

(مسند الشاميين ۳۸۹/۲ ح ۱۵۵۶، ونصب الراية ۱/۳ مختصراً)

اس روایت کی سند ولید بن مسلم کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے اور اس میں ایام تشریق میں ذبح کا بھی ذکر نہیں ہے۔

خلاصۃ التحقیق: ایام تشریق میں ذبح والی روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف ہے لہذا اسے صحیح یا حسن قرار دینا غلط ہے۔

آثار صحابہ: روایت مسنولہ کے ضعیف ہونے کے بعد آثار صحابہ کی تحقیق درج ذیل ہے:

① سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”الأضحی یومان بعد یوم الأضحی“ قربانی والے دن کے بعد (مزید) دو دن قربانی (ہوتی) ہے۔

(موطأ امام مالک ج ۲ ص ۳۸۷ ح ۱۰۷۱ وسندہ صحیح، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲۹۷/۹)

② سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”النحر یومان بعد یوم النحر و أفضلها یوم النحر“ قربانی کے دن کے بعد دو دن قربانی ہے اور افضل قربانی نحر والے (پہلے) دن ہے۔ (احکام القرآن للطحاوی ۲۰۵/۲ ح ۱۵۷۱، وسندہ حسن)

③ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”الأضحی یومان بعده“ قربانی والے (اول) دن کے بعد دو دن قربانی ہوتی ہے۔ (احکام القرآن للطحاوی ۲۰۶/۲ ح ۱۵۷۲، وصحیح)

④ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”النحر ثلاثة أيام“ قربانی کے تین دن ہیں۔

(احکام القرآن للطحاوی ۲۰۵/۲ ح ۵۶۹، وصحیح)

تنبیہ: احکام القرآن میں ”حماد بن سلمة بن کھیل عن حجة عن علي“ ہے جبکہ صحیح ”حماد عن سلمة بن کھیل عن حجة عن علي“ ہے جیسا کہ کتب اسماء الرجال سے ظاہر ہے اور حماد سے مراد حماد بن سلمہ ہے۔ واللہ

ان کے مقابلے میں چند آثار درج ذیل ہیں:

① حسن بصری نے کہا: عید الاضحیٰ کے دن کے بعد تین دن قربانی ہے۔

(احکام القرآن للطحاوی ۲۰۶/۲ ح ۱۵۷۷ وسندہ صحیح، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲۹۷/۹ وسندہ صحیح)

② عطاء (بن ابی رباح) نے کہا: ایام تشریق کے آخر تک (قربانی ہے)

③ عمر بن عبد العزیز نے فرمایا: ”الأضحى يوم النحر وثلاثة أيام بعده“

۴) سیدنا ابو امامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسلمان اپنی قربانیاں خریدتے پھر انھیں (کھلا کھلا کر) موٹا کرتے پھر عید الاضحیٰ کے بعد آخری ذوالحجہ (تک) کو ذبح کرتے۔ (اسنن الکبریٰ للبیہقی ۱/۲۹۸، ۲۹۹ و سندہ صحیح) !!

ابن حزم نے ابن ابی شیبہ سے نقل کیا ہے کہ ”نازید بن الحباب عن معاویۃ بن صالح: حدثني أبو مریم: سمعت أبا هريرة يقول: الأضحى ثلاثة أيام“
یعنی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قربانی تین دن ہے۔ (المحلی ج ۷ ص ۳۷۷ مسئلہ ۹۸۲)
اس روایت کی سند حسن ہے لیکن مصنف ابن ابی شیبہ (مطبوع) میں یہ روایت نہیں ملی۔ واللہ اعلم
فائدہ:

نبی کریم ﷺ نے ابتدا میں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع فرمایا تھا، بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ یہ ممانعت اس کی دلیل ہے کہ قربانی تین دن ہے والا قول ہی رائج ہے۔ اس ساری تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ سے صراحۃً اس باب میں کچھ بھی ثابت نہیں ہے اور آثار میں اختلاف ہے لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور جمہور صحابہ کرام کا یہی قول ہے کہ قربانی کے تین دن (عید الاضحیٰ اور دو دن بعد) ہیں، ہماری تحقیق میں یہی رائج ہے اور امام مالک وغیرہ نے بھی اسے ہی ترجیح دی ہے۔ واللہ اعلم (۲/مئی ۲۰۰۷ء)

محمد صدیق رضا

اُمّتِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور شرک

قرآن مجید اور امتِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا شرک:

پہلے ہم قرآن مجید سے چند دلائل اس بات کے ثبوت میں پیش کریں گے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایمان کا اقرار کرنے والا اور رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا امتی بھی شرک میں مبتلا ہو سکتا ہے اور یہ ناممکن نہیں ہے۔

پہلی دلیل: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكُرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ وَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَيُفْوِحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَٰهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ﴾ اور اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور یہ کھانا گناہ ہے اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کے دل میں ڈالتے ہیں کہ وہ تم سے جدال (بحث و جھگڑا) کریں اور اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ گے۔ (الانعام: ۱۲۱)

فریقِ ثانی کے معروف مفسر مولوی نعیم الدین مراد آبادی صاحب نے اس آیت کے حاشیہ میں لکھا ہے: ”کیونکہ دین میں حکم الہی کو چھوڑنا اور دوسرے کے حکم کو ماننا اللہ کے سوا اور کو حاکم قرار دینا شرک ہے۔“ (خزائن العرفان ص ۲۳۱)

اور فریقِ ثانی کے پیر محمد کرم شاہ الازہری صاحب نے لکھا ہے کہ ”اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال یقین کرتا ہے وہ ”مشرک“ ہو جاتا ہے، فدلّت الایۃ علی ان من استحل شیئاً مما حرم اللہ تعالیٰ صار بہ مشرکاً (قرطبی)“ (ضیاء القرآن ج ۱ ص ۵۹۷، حاشیہ نمبر ۱۵۳)

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو مخاطب فرمایا اور انھیں ایسا کھانا کھانے سے منع فرمایا جس پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو یا اللہ کے ساتھ کسی اور کا بھی

نام لیا گیا ہوا اور یہ بھی فرمایا کہ شیطان کے ساتھی تم سے بحث و مباحثہ اور جھگڑا کریں گے، ان کی پوری کوشش ہوگی کہ تمہیں ایسا حرام کھانا کھلا دیں۔ تو فرمایا اگر تم نے ان کی بات مان لی ایسا کھانا کھالیا تو تم بھی ”مشرک“ ہو جاؤ گے۔

یہاں صرف ان کی بات ماننے سے ہی قرآن مجید سے ”مشرک“ ہو جانا ثابت ہوتا ہے۔ نہ معبود و معبود ماننے کی شرط ہے نہ ہی ازلی، ابدی، قدیمی، ذاتی لا محدود وغیرہ کی۔ اب بھی غیر مسلم اور بہت سے علم نہ رکھنے والے مسلمان غیر اللہ کے نام کا کھانا کھاتے کھلاتے ہیں اور نہ کھانے والوں کے ساتھ اصرار و جت بازی بھی کرتے ہیں تو جو ان کی بات مانے گا وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے فرمان کے مطابق یقیناً ”مشرک“ ہے۔

اس آیت میں انہی لوگوں سے یہ خطاب ہے جو ایمان والے ہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے والے آپ کے امتی ہیں۔ اگر امت کا شرک میں مبتلا ہونا ناممکن ہوتا جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ یہ کیوں فرماتا کہ ﴿اَنْتُمْ لَمُشْرِكُونَ﴾ اس صورت میں تم مشرک ہو جاؤ گے، اسلوب بیان بھی تاکیدی ہے۔ اس آیت مبارکہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کا یہ خیال و زعم درست نہیں بلکہ سراسر باطل و غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں سمجھنے کی توفیق دے اور شیطان کے اس جھانسنے سے نکالے۔ (آمین)

دوسری دلیل: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَاَحَلَّتْ لَكُمْ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ۝ حُنْفَاءُ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهِ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتُخَطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوٰى بِهٖ الرِّيحُ فِىْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ﴾ اور تمہارے لئے چوپائے جانور حلال کئے گئے سوائے ان کے (جن کی حرمت) تمہارے سامنے پڑھ دی گئی، اوثان کی نجاست سے بچتے رہو اور بچو جھوٹی بات سے، اللہ کی توحید کو مانتے ہوئے یکسو ہو کر اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوئے اور جس کسی نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا پس اچک لیا اس کو کسی پرندے نے یا اسے ہوائ نے کسی دور دراز مقام پر پھینک دیا ہو۔ (الحج: ۳۰-۳۱)

ان آیات مبارکہ میں بھی اہل ایمان سے خطاب ہے، انھیں بتلایا گیا ہے کہ تم پر کیا حلال ہے اور کیا حرام؟ پھر انھیں جھوٹ اور اوثان کی نجاست سے بچتے رہنے کا حکم دیا۔ اوثان وثن کی جمع ہے اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جائے خواہ وہ حجر و شجر ہو یا قبر ہو۔ جھوٹی بات سے بھی بچتے رہنے کا حکم دیا نیز فرمایا: ہر طرف سے اپنے رخ کو پھیر کر یکسوئی کے ساتھ اللہ کی طرف مائل ہوں۔

﴿غَيْرِ مُشْرِكِينَ بِهِ ط﴾ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوئے۔

ایمان والوں کو اس بات کا حکم دینا کہ شرک سے بچتے ہوئے اللہ کی طرف مائل ہوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ بندہ ایمان لانے کے بعد بھی شرک میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ اگر ایمان لانے کے بعد بندہ شرک کے خطرے سے یکسر محفوظ ہو جاتا تو پھر یہ کہنے کی کیا ضرورت ہے کہ ”شریک نہ ٹھہراتے ہوئے“ زندگی گزاریں اور جو کوئی شرک کی نجاست میں مبتلا ہو جائے، اس کے لئے آسمان سے گرنے کی مثال دی۔ اگر وہ آسمان سے گرے تو یا اُسے پرندے اچک لیں یا ہوا و دراز مقام پر اسے پھینک دے گی اور اس کی ہڈیاں چکنا چور ہو جائیں گی اور وہ یقینی طور پر ہلاک ہو جائے گا۔ اسی طرح مشرک بھی آخرت میں ہلاکت و بربادی کے گڑھے میں جا گرے گا۔

تیسری دلیل: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اسی سے ڈرتے رہو اور نماز قائم کرو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔ (الروم: ۳۱)

اس آیت میں بھی ایمان والوں سے خطاب ہے انھیں انابت الی اللہ، تقویٰ اور اقامت صلاۃ کا حکم دیا گیا اور ”مشرک“ بننے سے منع کیا گیا ہے۔ اگر ایمان قبول کر لینے کے بعد شرک کا صدور ناممکن ہوتا اور ایمان والا شرک کے خطرے سے محفوظ ہو جاتا تو یہ حکم کیا معنی رکھتا ہے کہ ”مشرک مت بنو“؟

چونکہ ایمان لانے کے بعد بھی بندہ شیطان کی چالوں میں پھنس کر شرک میں مبتلا ہو

سکتا ہے۔ اسی لئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو ہوشیار کیا کہ ”مشرک مت بنا“، لہذا یہ سمجھنا کہ ایمان لانے کے بعد کوئی شخص مشرک نہیں ہو سکتا سراسر باطل ہے۔
چوتھی دلیل: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَسْأَلْنَكَ عَلَىٰ أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيَنَّكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْنَهُنَّ وَأَسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

اے نبی (ﷺ)! جو مومنہ عورتیں آپ سے اس بات پر بیعت کرنے آئیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی اور چوری نہ کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ اپنی طرف سے کوئی بہتان گھڑ لائیں گی اور نہ معروف میں آپ کی نافرمانی کریں گی تو آپ ان سے بیعت لے لیا کریں اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں، یقیناً اللہ بخشنے اور معاف کرنے والا اور بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے۔
(الممتحنہ: ۱۳)

اس آیت مبارکہ میں جہاں ان سے دیگر کبیرہ گناہوں سے دور رہنے کی بیعت لی گئی وہاں اس بات پر بھی بیعت لینے کا ذکر ہے کہ وہ ”اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کریں گی۔“ قرآن مجید نے انھیں ”المؤمنات“ قرار دیا اور پھر شرک نہ کرنے پر بیعت لینے کا حکم یہی ثابت کرتا ہے کہ ایمان والوں سے جس طرح دیگر کبیرہ گناہوں کا ارتکاب ممکن ہے، اسی طرح یہ بات بھی ممکن ہے کہ وہ ”شرک“ میں مبتلا ہو جائیں۔ أعاذنا اللہ منہ
پانچویں دلیل: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۖ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾

بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اس کے علاوہ جس

گناہ کو جس کے لئے چاہے بخش دے پس جو کوئی اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے وہ بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا۔ (النساء: ۱۱۶)

اس آیت مبارکہ میں اللہ نے اپنا قانون واضح فرمایا ہے کہ وہ اپنے ساتھ ”شرک“ کئے جانے کو معاف نہیں فرماتا۔ قرآن و سنت کے دیگر دلائل سے یہ واضح ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب کوئی ”شرک“ کی حالت میں ہی توبہ کئے بغیر مر جائے تو اس کے لئے کوئی معافی نہیں ورنہ جو لوگ اپنی زندگی میں ہی توحید کا شعور حاصل کر لیں، اس پر ایمان لے آئیں اور اس پر ثابت قدم رہیں اور شرک سے توبہ کر لیں تو اللہ رب العالمین ان پر اپنا فضل و کرم فرما کر انھیں معاف کر دے گا۔

اب غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ اس آیت مبارکہ میں ”شرک“ کے علاوہ دیگر تمام گناہوں کی بخشش و مغفرت اللہ کی مرضی و منشاء پر ممکن بتلائی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو کسی بھی شخص کے شرک کے علاوہ دیگر صغیرہ کبیرہ گناہوں کو معاف فرما دے۔ لیکن کیا بخشش و مغفرت کی یہ نوید ہر شخص کے لئے ہے اور عام ہے؟ وہ لوگ جو نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد آپ ﷺ کی دعوتِ حق قبول نہ کر کے اُمتِ مصطفیٰ ﷺ میں شامل نہیں ہوئے یا آپ کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا تو کیا وہ بھی اس بخشش و مغفرت کے حقدار ہو سکتے ہیں؟ کیا یہ اعلان ان کے لئے بھی ہے؟ کیا وہ بھی اس حکم میں شامل ہیں؟

تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ الحمد للہ اہل اسلام اس سلسلے میں دورائے کا شکار نہیں بلکہ قرآن و سنت پر ایمان رکھنے والے تمام اہل اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد جن لوگوں نے آپ ﷺ کی دعوتِ حق کو قبول نہیں کیا آپ کی اُمت میں شامل نہیں ہوئے وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے، بلکہ وہ جہنمی ہیں۔ آپ ﷺ پر ایمان لانا آپ کی رسالت کا دل سے اقرار دخولِ جنت کے لئے لازمی شرط ہے اور قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر آپ ﷺ پر ایمان اور اس کے اقرار کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔ اسی طرح احادیث میں بھی صراحتاً اس بات کا ذکر موجود ہے بطور مثال

صرف ایک حدیث ہم پیش کئے دیتے ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ ﷺ بِيَدِهِ لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٍّ وَلَا نَصْرَانِيٍّ ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ))

اس ذات کی قسم! جس کے (مبارک) ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، اس امت میں سے جو کوئی یہودی اور نصرانی میرے متعلق سن لے پھر وہ اس دین پر ایمان لائے بغیر مر جائے تو وہ شخص جہنمی ہوگا۔ (صحیح مسلم: ۱۵۳، دارالسلام: ۳۸۶)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی اور عیسائی تو ویسے ہی حق کے انکار کی وجہ سے جنت سے محروم اور جہنم کے حقدار ہو چکے ہیں۔ اب اگر وہ شرک سے بچ بھی جائیں تو انکار رسالت کا جرم کوئی معمولی یا قابل معافی جرم نہیں ہے۔

اس اعتبار سے غور کریں تو معلوم ہوگا کہ شرک کے علاوہ دیگر گناہوں کی بخشش کا مژدہ نبی ﷺ کی امت کے لئے ہے۔ تو واضح ہوا کہ نبی ﷺ کا امتی بھی شرک کر سکتا ہے، اگر وہ شرک سے بچا رہے تو دیگر کبیرہ یا صغیرہ گناہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادے۔

الغرض کہ اس آیت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا امتی بھی شرک میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ بعض لوگوں کا یہ خیال وزعم قطعاً صحیح نہیں کہ آپ ﷺ کا امتی مشرک نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید کی آیات ان کے اسی نظریے کو باطل ثابت کرتی ہیں۔

چھٹی دلیل: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ﴾ ان میں سے اکثر لوگ اللہ پر ایمان رکھنے کے باوجود مشرک ہی ہیں۔ (یوسف: ۱۰۶)

اس آیت سے پتا چلتا ہے کہ اکثر لوگ اللہ پر ایمان لانے کے باوجود مشرک ہیں جیسا کہ گزشتہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ مشرکین اس بات کے قائل تھے کہ زمین و آسمان اور اس میں جو کچھ بھی ہے ان سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس پر پوری ملکیت اختیار و اقتدار اللہ ہی کے لئے ہے حتیٰ کہ ان کے معبودوں کے اختیارات بھی اللہ ہی کے عطا کردہ ہیں۔

لیکن اس کے باوجود بھی وہ ان کی عبادت کرتے، ان سے دعائیں مانگتے، فریاد کرتے، ان کے نام پر قربانیاں دیتے، نذرانے چڑھاتے، انھیں اپنا مشکل کشا، حاجت روا سمجھتے اور آج بھی کتنے ہی لوگ ایمان لانے کے باوجود اس ظلم کا شکار ہیں اور ساتھ ہی بعض مولوی انھیں یہ یقین دلائے ہوئے ہیں کہ ایمان لانے کے بعد نبی ﷺ کا امتی مشرک نہیں ہو سکتا، شرک سے بالکل محفوظ رہتا ہے۔ بس یہ سب کچھ کئے جاؤ لیکن اللہ تعالیٰ واضح فرما چکا ہے کہ اکثر لوگ اللہ پر ایمان لانے کے باوجود مشرک ہیں لہذا ایمان لانے کے بعد بھی شرک کا صدور ممکن ہے۔

ساتویں دلیل: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَأَتَى الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ ۚ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۚ أَلَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا
إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ﴾

پس فریقین میں سے کون امن کا زیادہ حقدار ہے (موجود یا مشرک) اگر تم جانتے ہو؟ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم (شرک) کے ساتھ نہیں ملایا، ایسے ہی لوگوں کے لئے امن ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ (الانعام: ۸۱، ۸۲)

اس آیت مبارکہ میں یہ بتلایا گیا ہے کہ وہ فریق یا گروہ دنیا و آخرت میں امن کا زیادہ حقدار ہے جو اپنے ایمان میں ظلم کی آمیزش نہ کرے، اس آیت میں ”ظلم“ سے کیا مراد ہے؟ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا
إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ نازل ہوئی تو یہ بات اہل اسلام پر بڑی ہی گراں گزری وہ بہت ہی پریشان ہوئے (کہ کون ایسا ہوگا جس نے ایمان لانے کے بعد ظلم نہ کیا ہو تو کیا ہمارے لئے امن نہیں یا ہم ہدایت یافتہ نہیں؟) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم میں سے کون ایسا ہوگا جس نے اپنی جان پر ظلم نہ کیا ہو؟ تو رسول اللہ ﷺ نے سمجھایا کہ

((ليس ذلك إنما هو الشرك ألم تسمعون ما قال لقمان لابنه وهو يعظه يا

بني لا تشرك بالله إن الشرك لظلم عظيم)) اس سے مراد (عام) ظلم نہیں، اس سے مراد تو ”شُرک“ ہے۔ کیا تم لوگوں نے یہ نہیں سنا کہ جب لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کر رہے تھے تو فرمایا: ”اے میرے پیارے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا یقیناً شرک بہت بڑا ظلم ہے۔“ (صحیح بخاری: ۳۴۲۸)

معلم کتاب و حکمت اولین مفسر قرآن سید عالم ﷺ کی اس وضاحت کے بعد اس آیت کا مفہوم کچھ اس طرح واضح ہوتا ہے کہ ”جو لوگ ایمان لائے اور ایمان لانے کے بعد اپنے ایمان میں شرک کی آمیزش نہیں کی تو وہ لوگ دنیا و آخرت میں امن و نجات کے حقدار ہوں گے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔“

آیت بالا اور رسول اللہ ﷺ کی تفسیر سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بعض لوگ ایمان لانے کے بعد بھی شرک میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ اگر رسول اللہ ﷺ کی امت میں شرک کا خطرہ نہ ہوتا جیسا کہ بہت سے لوگوں کا باطل زعم ہے تو پھر یہ آیت کیا معنی رکھتی ہے؟ الغرض! قرآن مجید کی مذکورہ بالا تمام آیات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ امت مسلمہ میں بھی شرک کا خطرہ موجود ہے۔ وہ بھی شرک میں مبتلا ہو سکتے ہیں جیسا کہ گزشتہ امتیں شرک میں مبتلا ہوئی تھیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ تمام اہل ایمان کو اپنی ذات و صفات میں شرک سے بچائے اور تو حید پر ثابت قدم رکھے۔ (آمین)

اس سلسلے میں احادیث بھی بکثرت مروی ہیں لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے فریق ثانی کے دلائل کا جائزہ لیا جائے کہ وہ کس بنیاد پر اس عقیدے کی عمارت کھڑی کئے ہوئے ہیں کہ ”رسول اللہ ﷺ کا امتی مشرک نہیں ہو سکتا۔“

ہماری ناقص معلومات کے مطابق یہ حضرات اس سلسلے میں قرآن مجید کی کوئی آیت پیش نہیں کرتے۔ البتہ احادیث میں سے ایک آدھ حدیث بیان کر کے غلط مفہوم پیش کرتے ہیں۔ اگرچہ حدیث سے بھی ان کا یہ عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ ان کا حدیث پیش کرنا بھی اپنے اصول کے خلاف ہے۔ [باقی آئندہ شمارے میں، ان شاء اللہ]

حافظ زبیر علی زئی

محمد بن عثمان بن ابی شیبہ: ایک مظلوم محدث

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الأمين: أما بعد
اس مختصر اور جامع مضمون میں محدث ابو جعفر محمد بن عثمان بن ابی شیبہ العباسی الکوفی
البغدادی رحمہ اللہ کا تذکرہ پیش خدمت ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ وہ جمہور محدثین کے
نزدیک ثقہ و صدوق یعنی حسن الحدیث راوی ہیں۔ والحمد للہ
اساتذہ: محمد بن عثمان العباسی نے جن اساتذہ سے علم حدیث لیا ہے ان میں سے بعض
کے نام درج ذیل ہیں:

عثمان بن ابی شیبہ، ابوبکر بن ابی شیبہ، قاسم بن ابی شیبہ، احمد بن یونس، یحییٰ بن معین، علی بن
المدینی اور منجاب بن الحارث وغیرہم۔

تلامذہ: محمد بن عثمان کے بعض تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں:

محمد بن محمد الباغندی (صاحب مسند عمر بن عبدالعزیز)، یحییٰ بن محمد بن صاعد، قاضی حسین بن
اسماعیل الحاملی، محمد بن مخلد، ابوعمر بن السماک، ابوبکر بن النجاد، اسماعیل بن علی الخطمی،
جعفر بن محمد بن نصر الخلدی، عقیلی، اسماعیلی، طبرانی اور محمد بن احمد بن الحسن الصواف وغیرہم۔

تصانیف: محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کی چند تصانیف درج ذیل ہیں:

سوالات علی بن المدینی (مطبوع)، کتاب العرش (مطبوع) المسائل (مطبوع) / راقم
الحروف نے بھی اس کتاب کے مخطوطے کی تحقیق و تخریج کی ہے لیکن تاحال غیر مطبوع ہے۔
کتاب التاريخ (غیر مطبوع) وغیرہ

جرح: محمد بن عثمان پر اسماء الرجال کی کتابوں میں درج ذیل جرح ملتی ہے:

۱: محمد بن عبداللہ الحضر می مطین (رحمہ اللہ) ان کے بارے میں بُری رائے رکھتے تھے اور

کہتے تھے: وہ موسیٰ (علیہ السلام) کی لائٹھی ہے جو ہر چیز کو کھا جاتی ہے۔ (اکمال لابن عدی ۶/۲۲۹۷)
ابن عدی نے اس جرح کے بارے میں کہا کہ ”وابتلي مطين بالبلدية لأنهما كوفيان
جميعاً“ اور مطین علاقائی تعصب کا شکار ہوئے کیونکہ یہ دونوں (ایک ہی علاقے) کو فی
کے رہنے والے تھے۔ (اکمال ص ۲۲۹۷)

معلوم ہوا کہ محمد بن عبد اللہ الحضر می کی یہ جرح دو وجہ سے مردود ہے:

اول: یہ جرح تعصب پر مبنی ہے۔

دوم: یہ جرح جمہور محدثین کی توثیق کے خلاف ہے۔

☆ ابو نعیم الاصبہانی نے محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کی سند سے ایک حدیث بیان کر کے کہا:
”یقال تفرد به محمد بن عثمان موصولاً مجوّداً“ کہا جاتا ہے کہ اس روایت
کے ساتھ محمد بن عثمان منفرد ہیں جنہوں نے اسے بہترین سند سے متصل بیان کیا ہے۔

(تاریخ بغداد ۳/۴۲۶ ت ۹۷۹)

یہ کلام کئی وجہ سے قابل التفات نہیں ہے:

اول: ثقہ و صدوق راوی کا تفرّد مضّر نہیں ہوتا۔

دوم: یہ جرح نہیں ہے۔

سوم: یہی روایت اسی متن کے ساتھ صحیح مسلم (۱۵۲۳) والجبّی للنسائی (۲۴۹۸ ح ۲۵۲۷)
میں یونس بن عبید اور صحیح بخاری (۱۲۶۱) میں معاذ بن معاذ کلاهما عن محمد بن
سیرین عن أنس بن مالك رضي الله عنه کی سند سے موجود ہے۔

انس بن سیرین اور محمد بن سیرین دونوں ثقہ بھائی ہیں۔

چہارم: یقال کا فاعل نامعلوم ہے۔

☆ ابو نعیم عبد الملک بن محمد بن عدی الجرجانی کی طرف منسوب ایک طویل کلام کا خلاصہ یہ
ہے کہ محمد بن عبد اللہ بن سلیمان الحضرمی (مطین) اور محمد بن عثمان بن ابی شیبہ دونوں کے
درمیان دشمنی تھی اور دونوں ایک دوسرے پر جرح کرتے تھے.... پھر مجھ پر یہ بات ظاہر ہوئی

کہ ان دونوں کی ایک دوسرے پر جرح کو قبول نہیں کرنا چاہئے اور میں نے دیکھا کہ موسیٰ بن اسحاق الانصاری مطین کی طرف مائل تھے اور ان کی تعریف کرتے تھے لیکن محمد بن عثمان پر طعن نہیں کرتے تھے۔ (تاریخ بغداد ۳/۴۳۷-۴۵)

اس روایت کا ابو نعیم الجرجانی سے راوی محمد بن عمران الطلقی (الجرجانی) غیر موثق، مجہول الحال ہے لہذا یہ روایت ثابت ہی نہیں ہے اور اگر ثابت ہوتی تو محمد بن عثمان کی توثیق پر مبنی ہوتی کیونکہ تعصب والی جرح مردود ہوتی ہے۔

☆ ابو العباس احمد بن محمد بن سعید بن عقدہ (الرافضی) نے درج ذیل محدثین وغیرہم سے نقل کیا کہ محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کذاب ہے۔ ونحو المعنی:

- (۱) عبد اللہ بن اسامہ الکفی (۲) ابراہیم بن اسحاق الصواف (۳) داود بن یحییٰ
 - (۴) عبد الرحمن بن یوسف بن خراش [الرافضی] (۵) محمد بن عبد اللہ الحضرمی
 - (۶) عبد اللہ بن احمد بن حنبل (۷) جعفر بن محمد بن ابی عثمان الطیلسی
 - (۸) عبد اللہ بن ابراہیم بن قتیبہ (۹) محمد بن احمد العدوی (۱۰) اور جعفر بن ہذیل
- (دیکھئے تاریخ بغداد ۳/۴۵۷، ۴۶۰)

یہ ساری جرح ان محدثین وغیرہم سے ثابت نہ ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ ابن عقدہ (رافضی) کا مختصر تذکرہ: اس ساری جرح کا راوی صرف ابن عقدہ رافضی ہے جس کی امام دارقطنی سمیت بعض اہل علم نے تعریف کی ہے لیکن توثیق کسی ایک سے بھی ثابت نہیں۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ امام دارقطنی نے ابن عقدہ کے بارے میں فرمایا: ”کان رجل سوء“ وہ گندا آدمی تھا، آپ اس کے رافضی ہونے کی طرف اشارہ کرتے تھے۔

(دیکھئے تاریخ بغداد ۵/۲۲۷ و لسان المیزان ۱/۲۶۴ تا ۸۱۷)

برقانی نے امام دارقطنی سے ابن عقدہ کے بارے میں پوچھا: آپ کے دل میں اس کے بارے میں سب سے بڑی کیا بات ہے؟ انھوں نے فرمایا: منکر روایتیں کثرت سے بیان

کرتا ہے۔ (تاریخ بغداد ۲۲/۵۲۷ سند صحیح)

حمزہ بن یوسف السہمی نے فرمایا: ”سمعت أبا عمر بن حيويه يقول: كان أحمد بن محمد بن سعيد بن عقدة في جامع برائثا يملئ مثالب أصحاب رسول الله ﷺ أوقال: الشيخين يعني أبا بكر و عمر، فتركت حديثه ولا أحدث عنه بعد ذلك شيئاً“

میں نے ابو عمر (محمد بن العباس بن محمد بن زکریا البغدادی الخزاز) ابن حیویہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ احمد بن محمد بن سعید بن عقدہ جامع برائثا (بغداد) میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ یا (سیدنا) ابو بکر اور (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہما) کی بُرائیاں اور سب و شتم لکھواتا تھا، میں نے جب یہ دیکھا تو اس کی حدیث کو ترک کر دیا اور اس کے بعد میں اس سے کوئی چیز بھی روایت نہیں کرتا ہوں۔ (سؤالات حمزہ السہمی: ۱۶۶ سند صحیح)

حافظ ابن عدی الجرجانی نے کہا: ”وسمعت ابن مكرم يقول: كان ابن عقدة معنا عند ابن لعثمان بن سعيد المري بالكوفة في بيت، ووضع بين أيدينا كتباً كثيرة، فنزع ابن عقدة سراويله وملاءه من كتب الشيخ سرّاً منه و مناً فلما خرجنا قلنا له: ما هذا الذي معك، لم حملته؟ فقال: دعونا من ورعكم هذا.“

اور میں نے (محمد بن الحسین) بن مکرم (البغدادی نزیل البصرہ) کو کہتے ہوئے سنا کہ ابن عقدہ ہمارے ساتھ کوفہ میں عثمان بن سعید المري کے بیٹے کے گھر میں تھا۔ عثمان بن سعید کے بیٹے نے ہمارے سامنے (اپنے باپ کی) بہت سی کتابیں رکھیں تو ابن عقدہ نے اپنی شلوار کھینچ کر اسے ہم سے اور اس لڑکے سے خفیہ طور پر شیخ (عثمان بن سعید المري) کی کتابوں سے بھر لیا۔ پھر جب ہم باہر نکلے تو ہم نے (کتابیں دیکھ کر) ابن عقدہ سے کہا: تیرے پاس یہ کیا ہے؟ تو یہ کتابیں کیوں اٹھا لیا ہے؟ تو اس نے (پوری بے حیائی سے) جواب دیا: مجھے چھوڑو، اپنی پرہیزگاری اپنے پاس ہی رکھو۔ (الکامل فی الضعفاء ۲۰۹/۱ سند صحیح)

اس صحیح روایت اور سچی گواہی سے معلوم ہوا کہ ابن عقدہ چور تھا جو لوگوں کے گھروں سے

کتا میں چڑا لاتا تھا اور اس کبیرہ گناہ پر وہ ذرا بھی شرمندہ نہیں ہوتا تھا لہذا ابن عقدہ ساقط العدالت ہے۔ امام دارقطنی کا اس کی طرف سے دفاع کرنا یا تو منسوخ ہے یا پھر اس جرح مفسر کے مقابلے میں مردود ہے۔

حمزہ بن یوسف السہمی فرماتے ہیں: ”سألت أبا بكر بن عبدان عن ابن عقدة إذا حكي حكاية عن غيره من الشيوخ في الجرح ، هل يقبل قوله ؟ قال : لا يقبل“ میں نے ابو بکر (احمد) بن عبدان (الحافظ) سے پوچھا کہ اگر ابن عقدہ اپنے استادوں سے جرح والی کوئی حکایت بیان کرے تو یہ حکایت قبول کی جائے گی؟ انھوں نے فرمایا: قبول نہیں کی جائے گی۔ (تاریخ بغداد ۲/۲۳۷ و سندہ صحیح، سوالات حمزہ السہمی: ۱۶۶)

خطیب بغدادی نے کہا: ”وفي الجرح بما يحكيه أبو العباس بن سعيد نظر“ اور ابو العباس بن سعید (ابن عقدہ رافضی) جرح کی جو حکایت نقل کرتا ہے اُس میں نظر ہے۔ (تاریخ بغداد ۲/۲۳۷)

اس سے معلوم ہوا کہ ابن عقدہ رافضی کی نقل کردہ یہ ساری جروح باطل اور مردود ہیں۔ عصر حاضر میں اسماء الرجال کے ماہر اور ذہبی عصر امام عبدالرحمن بن یحییٰ المعلمی الیمانی رحمہ اللہ نے بھی ابن عقدہ کی نقل کردہ جرح کو رد کر دیا ہے۔

دیکھئے التَّنْكِيلُ بِمَا فِي تَأْنِيْبِ الْكُوْثَرِيِّ مِنْ الْاَبَاطِيْلِ (۴۶۱/۱ ت ۲۱۹)

۲: امام دارقطنی نے محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کے بارے میں کہا: ”كان يقال أخذ كتاب أبي أنس وكتب منه فحدث“ کہا جاتا ہے کہ اس نے ابوانس اور دوسروں کی کتابیں لیں پھر ان میں سے لکھا اور بیان کیا۔

(سوالات حمزہ السہمی: ۴۷ و سندہ صحیح، تاریخ بغداد ۳/۴۶۱ و سندہ صحیح)

اس جرح میں ”كان يقال“ کا فاعل نامعلوم ہے لہذا یہ جرح بھی ساقط ہے۔

امام دارقطنی نے فرمایا: ”ضعيف“ محمد بن عثمان بن ابی شیبہ ضعیف ہے۔

(سوالات الحاکم النیسابوری للدارقطنی: ۲۷ و سندہ صحیح)

یہ جرح جمہور کی توثیق کے خلاف ہونے کی وجہ سے مرجوح ہے۔
۳: محدث برقانی نے ابن ابی شیبہ کے بارے میں کہا: میں استادوں سے مسلسل یہی سنتا آیا ہوں کہ وہ مجروح ہے۔ (تاریخ بغداد ۴۶/۳، سندہ صحیح)
اس جرح میں استادنا معلوم ہیں۔

☆ احمد بن جعفر بن ابی جعفر محمد بن عبید اللہ بن ابی داؤد بن المنادی نے کہا: ابو جعفر محمد بن عثمان بن ابی شیبہ: لوگوں نے اضطراب کے ساتھ اس سے کثرت سے روایتیں لیں... میں نے اہل حدیث کے استادوں اور بوڑھوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ کوفہ کی حدیث موسیٰ بن اسحاق، محمد بن عثمان، ابو جعفر الحضرمی (مطین) اور عبید بن غنام کی موت کے ساتھ مر گئی، یہ چاروں ایک ہی سال میں فوت ہوئے۔ (تاریخ بغداد ۴۶/۳، سندہ صحیح)
یہ کوئی قابل ذکر جرح نہیں ہے بلکہ اس میں مجہول شیوخ سے محمد بن عثمان کی توثیق کی طرف اشارہ ہے۔

تعدیل: اس کے بعد محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کی توثیق پیش خدمت ہے:

۱: ابن حبان (ذکرہ فی کتاب الثقات ۱۵۵/۹)

۲: ابن عدی، قال: ”لا بأس به... ولم أر له حديثاً منكراً فاذكره“
اس کے ساتھ کچھ جرح نہیں ہے... اور میں نے اس کی کوئی منکر حدیث نہیں دیکھی جسے میں ذکر کروں۔ (الکامل فی الضعفاء ۶/۲۲۹)

۳: عبدان نے کہا: لا بأس به (الکامل ۶/۲۲۹)

۴: خطیب بغدادی نے کہا: ”وكان كثير الحديث واسع الرواية ذامعة وفهم وله تاريخ كبير“ اور وہ کثیر حدیثیں اور وسیع روایتیں بیان کرنے والے تھے، معرفت اور فہم رکھتے تھے اور آپ نے تاریخ کبیر لکھی ہے۔ (تاریخ بغداد ۴۲/۳)

☆ ابو علی صالح بن محمد البغدادی (جزرہ) سے مروی ہے کہ انھوں نے محمد بن عثمان کے بارے میں کہا: ثقة (تاریخ بغداد ۴۲/۳، سندہ ضعیف)

یہ سند محمد بن علی المقرئی کے عدم تعین کی وجہ سے ضعیف ہے۔

☆ مسلم بن قاسم سے مروی ہے کہ ”لا بأس به ، کتب الناس عنه ، ولا أعلم أحداً تركه“ اس کے ساتھ کوئی حرج نہیں ہے، لوگوں نے اس سے (حدیثیں) لکھی ہیں اور میں نہیں جانتا کہ کسی نے اسے ترک کیا ہے۔ (لسان المیزان ۳۱۸/۵ ت ۷۷۵۰)

یہ توثیق دو وجہ سے لائق توجہ نہیں:

اول: مسلم بن قاسم بذات خود مشبہ (اللہ کو مخلوق سے تشبیہ دینے والا) اور ضعیف ہے۔
دوم: مسلمہ تک صحیح متصل سند موجود نہیں ہے۔

۵: ابو عبد اللہ الحاکم النیسابوری نے محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کی بیان کردہ حدیث کو ”صحیح الاسناد“ کہا۔ دیکھئے المستدرک (ج ۲ ص ۱۹۶ ح ۹۴۲)

۶: حافظ ذہبی نے اسی روایت کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا۔ حوالہ سابقہ (ح ۹۴۲)

تنبیہ: اس کے برعکس حافظ ذہبی نے محمد بن عثمان کے بارے میں یہ دعویٰ کر رکھا ہے کہ ”وثقه صالح جزرة و ضعفه الجمهور“ اسے صالح جزرہ نے ثقہ اور جمهور نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (العبر ۳۴۱ وفیات ۲۹۷ھ) !!

عرض ہے کہ نہ تو صالح جزرہ کی توثیق ثابت ہے اور نہ جمهور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے لہذا ذہبی کا یہ قول خود ان کی اپنی توثیق کے مقابلے میں مردود یا منسوخ ہے۔

۷: ضیاء الدین المقدسی نے ان کی بیان کردہ حدیث کو اپنی مشہور کتاب المختارۃ میں درج کیا۔ (ج ۱ ص ۳۴ ح ۲۷)

۸: حافظ بیہقی نے کہا: ”وهو ثقة و قد ضعفه غیر واحد“

اور وہ ثقہ ہیں اور انھیں کئی نے ضعیف کہا ہے۔ (مجمع الزوائد ۱۵۰، باب کتابہ العلم)

۹: حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کے بارے میں فرمایا: ”حافظ الکوفۃ فی طبقۃ البخاری و نحوہ“ وہ بخاری وغیرہ کے طبقے میں کوفہ کے حافظ ہیں۔ (مجموع الفتاویٰ ابن تیمیہ ۱۸۹/۵)

یعنی شیخ الاسلام کے نزدیک وہ امام بخاری کے طبقے میں سے ہیں۔ سبحان اللہ!
۱۰: حافظ ابن کثیر نے محمد بن عثمان کی بیان کردہ ایک ضعیف روایت کے بارے میں کہا:
”إسناده جيد حسن“ اس کی سند اچھی حسن ہے۔ (البدایہ والنہایہ ۲/۲۲۲)
معلوم ہوا کہ وہ ابن کثیر کے نزدیک حسن الحدیث ہیں۔

۱۱: حافظ منذری نے ”رواہ الطبرانی و رواہ ثقات“ کہہ کر محمد بن عثمان کو ثقہ کہا
ہے۔ دیکھئے الترغیب والترہیب (۳/۲۱۱ ح ۳۳۶۲) وحلیۃ الاولیاء (۴/۳۷۸)
والسلسلۃ الصحیحہ (۵/۴۶۶ ح ۲۳۵۲)

☆ محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کے شاگردوں مثلاً عقیلی اور اسماعیلی وغیرہا نے ان پر کوئی
جرح نہیں کی۔

☆ عصر حاضر میں اسماء الرجال کے ماہر شیخ معلیٰ یمانی رحمہ اللہ نے محمد بن عثمان ابن ابی
شیبہ کا زبردست دفاع کیا ہے اور جرح پر جرح کی ہے۔ دیکھئے التتکیل بمانی تأنیب الکوثری
من الابطال (ج ۱ ص ۴۶۰-۴۶۲ ترجمہ ۲۱۹)

☆ محمد بن عثمان کے بارے میں شیخ البانی رحمہ اللہ نے مختلف متناقض تحقیقات پیش کرنے
کے باوجود اعلان کیا کہ ”و هذا إسناده حسن رجاله كلهم ثقات رجال الشيخين
غير محمد بن عثمان بن أبي شيبة وفيه كلام لا ينزل حديثه عن رتبة
الحسن إن شاء الله كما بينته في مقدمة ”مسائل ابن أبي شيبة شيوخه“
تأليف محمد بن عثمان لهذا.“ (الصحیحہ ۴/۱۵۶ ح ۱۶۲۱)

یعنی شیخ البانی رحمہ اللہ کے نزدیک محمد بن عثمان ان شاء اللہ حسن الحدیث ہیں۔

(۲۰ جولائی ۲۰۰۷ء)

دعائے مغفرت: حافظ ندیم ظہیر کی والدہ محترمہ رحمہا اللہ فوت ہو گئی ہیں جن کی نماز جنازہ
حافظ زبیر علی زئی نے ۲۴/نومبر ۲۰۰۷ء کو جلال بلکن (گوجرانوالہ) میں پڑھائی۔ اللہ تعالیٰ
سے دعا ہے کہ ان کی مغفرت فرمائے۔ آمین [حافظ شیر محمد، مکتبہ الحدیث حضور ضلع اٹک]

محمد خبیب احمد

ایک روایت اور اس کی تحقیق

ایک روایت میں آیا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: مجھے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں خبر دی: ”(۱) کسی نبی کے بعد کوئی نبی نہیں ہوتا مگر وہ نبی گزشتہ نبی کی عمر سے نصف عمر زندگی گزارتا ہے (۲) اور انھوں نے مجھے خبر دی کہ (سیدنا) عیسیٰ علیہ السلام ایک سو بیس برس زندہ رہے (۳) اور میں اپنے بارے میں خیال نہیں کرتا مگر یہ کہ میں بھی ساٹھ برس کی عمر میں جانے (فوت ہونے والا ہوں)۔“

[یہ روایت پیش کر کے قادیانی و مرزائی مذہب والے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ حالانکہ یہ روایت بلحاظ سند اور بلحاظ متن دونوں طرح سے ثابت نہیں بلکہ ضعیف و باطل ہے۔ اصول حدیث کا مسئلہ ہے کہ ایسی روایت مردود و ناقابل استدلال ہوتی ہے۔ ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد کے رفیق محترم محمد خبیب احمد صاحب نے تحقیق کر کے اس روایت کا ضعیف، باطل اور مردود ہونا ثابت کر دیا ہے۔ اس روایت کے متن کا ناقابل استدلال بلکہ صریحاً عقل کے خلاف ہونا اس مضمون کے آخر میں مذکور ہے۔ (دیکھئے ص ۳۸)

معلوم ہوا کہ قادیانی و مرزائی مذہب والوں کا اس روایت سے استدلال کرنا عقلاً اور نقلاً دونوں طرح سے غلط ہے۔ اب اس روایت پر محترم خبیب صاحب کی تحقیق پیش خدمت ہے: [اس روایت کو امام طحاوی نے شرح مشکل الآثار (۵/۱۹۹ ج ۱، ۱۹۳ ج ۱، ۱۳۹ ج ۱، ۱۴۶ ج ۱، دوسرا نسخہ ۲/۳۸، ۴۹ ج ۱) طبرانی نے المعجم الکبیر (۲۲/۳۱۶ ج ۱، ۱۰۳ ج ۱، مختصراً) ابن ابی عاصم نے الآحاد والمثنائی (۵/۳۶۹-۳۷۰ ج ۳، ۲۹۷۰ و رقم ۲۹۶۵ مختصراً) بیہقی نے دلائل النبوة (۷/۱۶۵-۱۶۶) ابن عبد البر نے التمهید (۴/۲۰۰) اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق

(۲۸۲-۲۸۱/۲۷) میں ”محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن عثمان أن أمه فاطمة ابنة الحسين عن عائشة عن فاطمة“ کی سند سے بیان کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر نے اس حدیث کو المستدرک للحاکم اور المعرفة والتاریخ للامام یعقوب الفارسی کی طرف منسوب کیا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ۲/۹۵) یہ روایت ان کتب میں تو دستیاب نہ ہو سکی، البتہ زیادات المعرفة والتاریخ (۳/۲۶۵-۲۶۶، ضمن المعرفة والتاریخ) میں موجود ہے۔ اس روایت کا مرکزی راوی محمد بن عبد اللہ المعروف بالذبیح متکلم فیہ ہے۔ اس کے بارے میں ائمہ نقاد (جرح و تعدیل کے اماموں) کی تنقید ملاحظہ فرمائیں:

- ① بخاری: لا یکاد یتابع فی حدیثہ (التاریخ الاوسط ۳/۲۶۶ رقم: ۶۹۳، دوسرا نسخہ المطبوع خطأ باسم التاریخ الصغیر ۲/۷۶، التاریخ الکبیر ۱/۱۳۸: ”عندہ عجائب“ الضعفاء الصغیر ۳/۳۲۵ دوسرا نسخہ رقم: ۴۳۸)
 - ② مسلم: عن أبي الزناد منكر الحديث (الکنی ۱/۲۸۷، رقم: ۱۸۸۴، تاریخ دمشق ۶/۲۸۶-۲۸۷)
 - ③ ابن حبان: فی حدیثہ عن أبي الزناد بعض المناكير (الثقات ۷/۴۱۷)
 - ④ ابن الجارود: لا یکاد یتابع علی حدیثہ (تہذیب التہذیب ۹/۲۶۹)
 - ⑤ ابن خزمیہ: وأنا أبرأ من عہدہ . (تاریخ دمشق لابن عساکر ۵/۲۸۴ وسندہ صحیح)
 - ⑥ ابوالاحمد الحاکم الکبیر: لیس بالقوی عندہم (تاریخ دمشق ۵/۲۸۴-۲۸۵ وسندہ صحیح)
- ☆ النسائی: لیس بالقوی (تاریخ دمشق ۶/۲۸۶)

اس قول کی سند میں عبد الکریم بن الامام النسائی مجہول الحال ہے۔

ائمہ معدّلین اور ان کی تعدیل

- ① عجل: ثقة (تاریخ الثقات ص ۴۰۶ رقم: ۱۴۷۲، معرفة الثقات بترتیب الہیثمی والسبکی ۲/۲۴۲ رقم: ۱۶۱۴)
 - ☆ نسائی: ثقة . (میزان الاعتدال ۳/۵۹۳ وتہذیب الکمال ۶/۳۷۹)
- یہ قول بلا سند ہونے کی وجہ سے امام نسائی سے ثابت نہیں ہے۔

☆ ابن عدی: حدیثہ قليل ومقدار ماله یکتب

اس کی حدیثیں تھوڑی ہیں اور اس کی روایتیں لکھی جاتی ہیں۔ (اکمال ۶/۲۲۲)

یہ نہ توثیق ہے اور نہ جرح ہے لیکن جرح کی طرف اشارہ ہے۔

☆ ابن حجر: صدوق (التقریب: ۶۰۷۶) ثقة (تجلی المنفعة ص ۳۰۶ ترجمہ عربی بن جعفر)
مگر حافظ صاحب نے فتح الباری کتاب الطب باب الجذام (۱۰/۵۹۱ رقم: ۵۷۰۷) کے
تحت سنن ابن ماجہ کی اس کے واسطے سے ایک روایت: ((لا تدیموا النظر إلى المجذوم))
کو ضعیف کہا ہے۔ اس روایت کی تخریج کے لئے ملاحظہ ہو: الصحیح للالبانی (۳/۵۱۳-۵۱۳ ح
۱۰۶۲) اور انیس الساری فی تخریج احادیث فتح الباری (۹/۶۰۸۱-۶۰۸۵)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ صاحب نسیان یا تردد کا شکار ہو گئے ہیں یا پھر یہی ان کا
آخری فیصلہ ہے۔ ایسے متکلم فیہ راوی (اور ضعیف عندا جمہور) کا تفرد بالخصوص جب کہ اس کی
روایت میں ضعف اور نکارت ہو، ناقابل قبول ہے۔

اس روایت کے بارے میں حافظ بیہوشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اس (حدیث) کو امام طبرانی
نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے۔ امام بزار نے بھی اس (روایت) کا کچھ حصہ روایت کیا
ہے اور اس کے رجال میں ضعف (کمزوری) ہے۔“ (مجمع الزوائد ۲۳/۹)
حافظ ابن عساکر نے یہ فرما کر اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ”صحیح بات یہی ہے کہ
عیسیٰ علیہ السلام اس عمر کو نہیں پہنچے۔“ (تاریخ دمشق ۴۸۲/۴)

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: ”حدیث غریب“ (البدایہ والنہایہ ۲/۹۵ دوسرا نسخہ ۲/۲۹۲)
حافظ ابن حجر نے بھی اس روایت کے اثبات میں شک کا اظہار یوں کیا ہے: ”جب عیسیٰ علیہ السلام
کو (آسمانوں پر) اٹھایا گیا تو اس وقت ان کی عمر میں اختلاف کیا گیا ہے، ایک قول کے مطابق
تینتیس برس اور دوسرے قول کے مطابق ایک سو بیس برس کہا گیا ہے۔“ (فتح الباری ۶/۳۹۳)
محدث البانی رقمطراز ہیں: ”اس کی سند میں کچھ کمزوری ہے۔“ (الضعیفہ ۹/۴۲۵)

خلاصہ یہ کہ محمد بن عبد اللہ الدیباج جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف راوی ہے۔ اس کی توثیق
صرف ایک محدث سے ثابت ہے اور جرح چھ محدثین سے ثابت ہے لہذا یہ روایت
ضعیف و مردود ہے۔ کہا جاتا ہے کہ محمد بن عبد اللہ الدیباج کی عامر بن واثلہ اللیشی نے

متابعت کر رکھی ہے۔ اسے امام طبرانی نے (المعجم الکبیر ۲۲/۴۱۷ - ۴۱۸ ج ۱۰۳۰) میں ”عبدالکریم بن یعقوب (!) عن جابر عن ابي الطفيل عن عائشة عن فاطمة“ کی سند سے بیان کیا ہے مگر یہ سند بھی درج ذیل علل کی وجہ سے ضعیف ہے:

① جابر جعفی ضعیف اور مشہور رافضی ہے۔ (انقریب: ۸۸۶)

② عبدالکریم بن یعقوب: عبدالکریم بن یعقوب جعفی ابو یعفور سے محرف ہے، جیسا کہ امام طبرانی نے دوسری جگہ ایک حدیث کی سند میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

دیکھئے المعجم الکبیر (۳/۹۵ ج ۲۷۷)

المعجم الاوسط للطبرانی کے مخطوطہ (۲۳۳/۱ رب، ج ۴۰۹۱) بحوالہ الضعیفۃ للالبانی (۱۲/۱۸۱) میں بھی عبدالکریم ابو یعفور ہے، جبکہ مطبوعہ نسخے (۴/۵۵۵ ج ۳۹۴۶) میں یہ محرف ہو کر ابو یعقوب ہو گیا، پس اصلاح کر لیں۔

۲۔ درج ذیل مراجع میں بھی اس کا نام عبدالکریم بن یعفور ابو یعفور وارد ہوا ہے:

التاریخ الکبیر للبخاری (۱/۹۱، رقم ۱۸۰۶) الجرح والتعديل (۶۱/۶، رقم ۳۲۰) الکنی لمسلم (۲/۹۳۰، رقم ۳۷۹۵) الکنی للذہبی (۲/۱۶۹) الثقات لابن حبان (۸/۴۲۳) میزان الاعتدال (۲/۶۴۷) المغنی (۲/۴۰۳) تاریخ الاسلام (حوادث ۱۸۱ - ۱۹۰ھ، ص ۲۸۱ - ۲۸۲) المشتبه للذہبی (۲/۶۷۰) توضیح المشتبه لابن ناصر الدین (۵/۴۷۱) لسان المیزان (۴/۵۳۲)، اس کے بعض نسخوں میں ابن یعقوب واقع ہوا ہے۔ دوسرا نسخہ ۴/۲۴۵) الاکمال لابن ماکولا (۷/۴۳۶)

۳۔ لفظ یعقوب کا لفظ یعفور کے ہم شکل وہم وزن ہونے کی وجہ سے بھی خطا کا احتمال قوی ہے۔ تنبیہ: حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال (۲/۶۴۷) میں کسی دلیل کے بغیر عبدالکریم بن یعفور خزاز کو ولید بن صالح کا استاد قرار دیا ہے۔ حالانکہ امام ابن ابی حاتم نے ان کو علیحدہ علیحدہ ذکر کر کے ان پر مختلف جرح نقل کی ہے۔

ابن یعفور کو ابو حاتم نے شیخ لا یعرف کہا ہے۔ (الجرح والتعديل ۶۱/۶ رقم: ۳۲۰) اور

اس کا لقب خزاز (خرز) ذکر نہیں کیا۔

امام بخاری نے بھی التاریخ الکبیر (۹۱/۶) میں اس کے بارے میں سکوت کیا ہے۔
ولید بن صالح کے استاد عبدالکریم پر امام ابو حاتم نے کان یکذب کی جرح کر رکھی ہے۔
(الجرح والتعدیل ۶۲۶/۶ رقم: ۳۲۶)

حافظ ابن حجر نے لسان المیزان (۵۳/۴) میں حافظ ذہبی کا رد کیا ہے مگر ان کے کلام سے
اس کی تفصیل واضح نہیں ہوتی۔

تیسرا راوی عبدالکریم بن خزاز ہے جو کہ جابر جعفی کا شاگرد ہے، اس کے بارے میں ازدی
نے کہا: واهی الحدیث جداً۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ”یہ عبدالکریم بن عبدالرحمن خزاز
ہے“ (لسان المیزان ۵۳/۴) یعنی یہ راوی اسی طبقے کا ہے مگر عبدالرحمن کا بیٹا ہے ابن یعفور
نہیں۔ امام ابن ماجہ نے سنن میں اس سے روایت لی ہے۔ دیکھئے تہذیب الکمال (۷/۱۲)
حافظ ابن حبان نے اسے مستقیم الحدیث کہا ہے (الثقات ۴۲۳/۷، اس میں عبدالکریم
بن عبدالکریم بجلی ہے جو کہ خطا ہے۔ درست وہی ہے جو ہم ذکر کر آئے ہیں۔)

حافظ ذہبی نے وثق کہا ہے۔ (الکشف ۲۰۵/۲ رقم: ۳۴۷۳)

حافظ ذہبی اس اصطلاح کا اطلاق عام طور پر ان راویوں پر کرتے ہیں جن کو صرف ابن حبان
نے ثقہ کہا ہوتا ہے، مگر خود حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں عام طور پر ان راویوں کو مجہول
کہتے ہیں اور حافظ ابن حجر ایسے راویوں کو مقبول کہتے ہیں جس کی تفصیل کا یہ محل نہیں۔
شائقین ملاحظہ فرمائیں الصحیحہ للالبانی (۱۷۹/۵)

ایسے ہی ابن یعفور کو حافظ ابن حجر نے مقبول کہا ہے۔ (التقریب: ۴۱۸)

اگر حافظ صاحب ازدی کی جرح کو بھی مد نظر رکھتے تو اس کو اپنے اصول اور قاعدے کے
مطابق ضعیف راوی قرار دیتے۔ واللہ اعلم

خلاصہ: عبدالکریم بن یعفور مجہول الحال راوی ہے اگرچہ حافظ ابن حبان نے اسے ثقات
(۴۲۳/۸) میں ذکر کیا ہے۔ محدثین کے ہاں ابن حبان کا مجہول راویوں کو ثقات میں ذکر

کرنا یا ثقہ قرار دینا معروف ہے جس کی بنا پر وہ ایسی صورت میں غیر معتبر ہیں۔
حافظ ذہبی نے المثنیہ (۶۷۰/۲) ابن حجر نے تبصیر المثنیہ (۱۴۹۵/۴) میں لا یعرف کہا ہے۔
ابن ناصر الدین الدمشقی کا رجحان بھی اسی جانب ہے۔ (توضیح المثنیہ ۴۷۱/۵)
شیخ البانی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔ (الضعیفۃ ۱۸۳/۱۲)
اس لئے الدیباچ کے لئے یہ متابعت بھی قابل تقویت نہیں ہے، لہذا یہ روایت اپنی ان دو
سندوں کے باوجود ضعیف ہے۔ اب تفصیلاً اس حدیث کے شواہد ملاحظہ فرمائیں:
پہلا شاہد: حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا

امام ہزار اور ابن عبد البر رحمہما اللہ نے ”ابن لہیعۃ عن جعفر بن ربیعۃ عن عبد اللہ بن
عبد اللہ بن الأسود عن عروۃ عن عائشۃ“ کی سند سے مرفوعاً یہ الفاظ بیان کئے ہیں:
(ما بعث نبی إلا کان له من العمر نصف عمر الذي قبله وقد بلغت نصف
عمر الذي قبلي، فکیست.) (کشف الاستار للبیہقی ۳۹۸/۱ ج ۸، التہذیب ۱۴/۱۹۹-۲۰۰،
موسوعة شروح الموطأ ۲۲/۲۶۱، الذریۃ الطاہرۃ للدد والابی رقم: ۱۷۸)

ابن لہیعہ اگرچہ صدوق راوی ہیں مگر یہ اپنی وہ کتب جن سے دیکھ کر احادیث بیان کیا کرتے
تھے۔ ان کے جل جانے کے بعد یہ اپنے حافظے سے ہی احادیث بیان کرتے تھے، جس کی
بنا پر وہ احادیث کی اسانید اور متون میں غلطی اور بھول کا شکار ہو جاتے تھے۔ اس لئے ان کی
وہی روایات معتبر ہیں جو انھوں نے اختلاط سے پہلے بیان کی ہیں۔ بعد از اختلاط روایت
کرنے والے شاگردوں کی روایت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور مذکورہ روایت انھوں نے
اختلاط (سٹھیا جانے) کے بعد روایت کی ہے۔

ابن لہیعہ سے درج ذیل شاگردوں نے اختلاط سے پہلے سنا ہے:
عبد اللہ بن المبارک، عبد اللہ بن وہب، عبد اللہ بن یزید المقرئ، عبد اللہ بن مسلمہ القعنسی،
یحییٰ بن اسحاق، ولید بن مزید، عبد الرحمن بن مہدی، اسحاق بن عیسیٰ، سفیان الثوری، شعبہ،
اوزاعی، عمرو بن الحارث المصری، لیث بن سعد اور بشر بن بکر۔

(دیکھئے الفتح لمبین فی تحقیق طبقات المدلسین ص ۷۷، ۷۸)

اگر ابن لہیعہ سے مذکورہ شاگردوں میں سے کوئی روایت کرے اور ابن لہیعہ سماع کی تصریح کریں تو روایت حسن ہوتی ہے ورنہ ضعیف ہوتی ہے۔

عروہ رحمہ اللہ کے شاگرد عبد اللہ بن عبد اللہ بن الاسود کا ترجمہ نہیں مل سکا۔ التمهید میں عبد اللہ بن عبید اللہ (تصغیر) اور الذریۃ الطاہرۃ میں عبد الملک بن عبید اللہ ہے۔

اگر یہ راوی مختلف نہیں اور ناخ یا طالع کی غلطی بھی نہیں تو ممکن ہے کہ یہ بھی ابن لہیعہ کا وہم ہو۔ واللہ اعلم بالصواب

حافظ بزار نے اس کے تفرد اور نکارت کی جانب یوں اشارہ کیا ہے:

”لا نعلم روى عبد الله عن عروة إلا هذا.“ (كشف الاستار ۱/۳۹۸)

حافظ بیہقی فرماتے ہیں: ”وروى البزار بعضه أيضاً وفي رجاله ضعف.“

(مجمع الزوائد ۹/۲۳۹)

دوسرا شاہد: حدیث زید بن ارقم رضی اللہ عنہ

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں: ((ما بعث الله عز وجل نبياً إلا عاش نصف ما عاش الذي كان قبله.))

اس روایت کو طحاوی نے شرح مشکل الآثار (۲۰۰/۵ ح ۱۹۳۸) دوسرا نسخہ (۳۸۴/۲)۔ (۳۸۵) بخاری نے التاریخ الکبیر (۲۳۴/۷-۲۳۵/۲ ح ۱۰۴۲) یعقوب الفارسی نے المشیخہ میں (بحوالہ المقاصد الحسنیۃ ص ۳۶۳ والشذرة لابن طولون ۱۰۲/۲) امام ابن عدی نے الکامل (۲۱۰۲/۶) دیلمی نے مسند الفردوس (۳۷۳/۴ ح ۶۲۱۵) ابو نعیم نے معرفۃ الصحابة (۲۹۸۱ ح ۱۱۷۵/۳) وحلیۃ الاولیاء (۶۸/۵) اور سخاوی نے المقاصد الحسنیۃ (۹۴۴) میں ”عبید بن إسحاق العطار عن کامل بن العلاء أبی العلاء التمیمی عن حبيب ابن أبي ثابت عن يحيى بن جعدة عن زيد بن أرقم“ کی سند سے بیان کیا ہے۔ اس کی سند میں عبید العطار سخت ضعیف راوی ہے۔ جس کے بارے میں محدثین کی بعض

گواہیاں درج ذیل ہیں:

- ① بخاری: عنده من اكبر . (التاريخ الكبير ۵/۴۴۱، الضعفاء الصغیر رقم: ۲۲۳)
 - ② مسلم: متروك الحديث. (الكنى ۵۲۸/۱ رقم: ۲۱۰۷)
 - ③ نسائی: متروك الحديث. (الضعفاء والمترکین ص ۷۰ رقم: ۴۲۳، دوسر انسخر رقم: ۴۰۲)
 - ④ ابن حبان: ممن يروى عن الأثبات ما لا يشبه حديث الثقات، لا يعجبني الاحتجاج بما انفرد من الأخبار (الجزء ۱۷/۲)
 - ⑤ ابن عدی: وعامة ما يرويه إما أن يكون منكر الإسناد أو منكر المتن .
(الکامل ۵/۱۹۸۷)
- دیکھئے میزان الاعتدال (۱۸/۳) ولسان المیزان (۲/۳۳۹-۳۵۰ تحقیق ابی غدة الکوثری)
دوسری علت: حبیب بن ابی ثابت مدلس راوی ہیں۔ دیکھئے معجم المدلسین لمحمد بن طلعت
(ص ۱۲۸-۱۲۹) طبقات المدلسین لابن حجر (۶۹/۳) اور التذلیس فی الحديث/د۔ مسفر دینی
(ص ۲۸۹-۲۹۰) اور روایت معنعن ہے۔
محدث البانی نے اسے سخت ضعیف قرار دیا ہے۔
(الضعیفہ ۹/۴۲۲ ح ۴۴۳، ضعیف الجامع الصغیر ۵/۸۹ ح ۵۰۴۰)
- مناوی (صوفی) نے بھی اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (فیض القدر ۵/۴۳۲، ح ۷۸۵۵)
- تیسرا شاہد: حدیث یزید بن زیاد
امام ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ (۲/۱۹۵) اور انھی کی سند سے ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۴۸۲/۲) میں ”هاشم بن القاسم عن أبي معشر نجیح بن عبد الرحمن عن یزید بن زیاد“ کی سند سے مرفوعاً یہ الفاظ نقل کئے ہیں: ((أنه لم يكن نبي إلا عاش نصف عمر أخيه الذي كان قبله، عاش عيسى بن مريم مائة و خمسا و عشرين سنة وهذه اثنتان وستون سنة ومات في نصف السنة.))
اس کی سند بھی معلول ہے:

① ابو معشر نجیح بن عبد الرحمن السندی ضعیف اور مختلط ہے۔

(دیکھئے تقریب التہذیب: ۷۹۴، اور تہذیب الکمال ۱۹/۷۲-۵۲)

⑤ انقطاع: اس کی سند میں مذکور یزید مدنی ہیں یا دمشقی، ان کی نبی اکرم ﷺ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔ مدنی ثقہ ہیں جبکہ دمشقی متروک ہے اور اگر مذکورہ شخص صحابی ہیں تو ابو معشر نجیح بن عبد الرحمن السندی حافظ ابن حجر کے ہاں چھٹے طبقے کا راوی ہے اور یہ بات طے شدہ ہے کہ اس طبقے کے راویوں کی ملاقات کسی بھی صحابی سے ثابت نہیں ہے۔

(دیکھئے مقدمۃ التقریب ص ۲۸)

اور اگر وہ صحابی نہیں تو یہ روایت منقطع ہے جو ناقابل احتجاج ہے۔

چوتھا شاہد: حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ

سخاوی نے المقاصد الحسنة (ص ۳۶۳) ابن طولون نے الخذرة (۱۰۳/۲) اور ابن الدریج نے تمییز الطیب (ص ۱۳۳) میں امام ابو نعیم کے حوالے سے سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ان الفاظ سے ذکر کی ہے:

((يا فاطمة ! إنه لم يعمر نبي إلا نصف عمر الذي قبله .))

اس کے بارے میں عجلونی رقمطراز ہیں: ”اس حدیث کے بارے میں ”حواشی المواہب للشیخ الملسی“ میں کلام (تقید) موجود ہے۔“ (كشف الخفاء ۲/۲۳۸)

اس روایت کی سند نامعلوم ہے لہذا یہ روایت بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

پانچواں شاہد: حدیث ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

امام ابن ابی حاتم نے کسی سند کے بغیر سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو ان الفاظ سے بیان کیا ہے: ((إن الله لم يبعث نبياً إلا عمر في أمته شطر ما عمر النبي الماضي قبله وأن عيسى بن مريم كان أربعين سنة في بني إسرائيل ، وهذه لي

عشرون سنة وأنا ميت في السنة .)) (تفسیر ابن ابی حاتم ۲/۳۴۷ ح ۱۹۵۲۱)

امام ابن مردویہ نے بھی سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے۔

دیکھئے الدر المنثور للسیوطی (۴۰۶/۶-۴۰۷)

اس روایت اور اس کے مابعد آثار وغیرہ میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بنی اسرائیل میں مدت اقامت پچھلی روایات کے برعکس چالیس برس بیان کی گئی ہے۔

یہ روایت بھی بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

چھٹا شاہد: مرسل یحییٰ بن جعدہ رحمہ اللہ

امام ابن شاہین نے فضائل فاطمہ (ح ۷ ص ۲۱) اور انھی کی سند سے ابن عساکر نے تاریخ دمشق (۴۸۳/۴۷) میں یحییٰ بن جعدہ تابعی سے ایک مرفوع روایت ان الفاظ سے بیان کی ہے: ((إِنَّ اللَّهَ لَمْ يبعث نبياً إلا وقد عمر الذي بعده نصف عمره وأن عيسى

لبث في بني إسرائيل أربعين سنة وهذه توفي لي عشرين . ولا أراني إلا ميت في مرضي هذا ...)) دیکھئے مسند اسحاق بن راہویہ (مخطوط ۲۳۶/ب، طبقات

ابن سعد ۳۰۸/۲، والمطالب العالیہ لابن حجر ۳۲۶/۱، دوسرا نسخہ ح ۳۲۷/۲)

یہ روایت المطالب دار الوطن الرياض کے مطبوعہ نسخے میں نہیں ہے۔

یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ساتواں شاہد: مرسل ابراہیم النخعی رحمہ اللہ

طبقات ابن سعد میں مروی ہے کہ ”سفيان الثوري عن الأعمش عن إبراهيم قال قال رسول الله ﷺ: يعيش كل نبي نصف عمر الذي قبله و إن عيسى بن مريم مكث في قومه أربعين عاماً .“ (۳۰۸/۲-۳۰۹)

یہ روایت سفیان ثوری اور اعمش دونوں کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ یاد رہے کہ مرسل روایت بذات خود ضعیف ہوتی ہے۔

آٹھواں شاہد: اثر ابراہیم النخعی رحمہ اللہ

امام ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں جناب ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے ان کا قول یوں بیان کیا ہے: ((لم يكن نبي إلا عاش مثل نصف عمر صاحبه الذي كان قبله وعاش

عيسى في قومه أربعين سنة .)) (۴۸۳/۴۷) اس اثر میں سلیمان بن مہران الأعمش مدلس راوی ہیں۔ دیکھئے معجم المدلسین (ص ۲۳۳-۲۴۲) والتدلیس فی الحديث (ص ۳۰۱-۳۰۵) اور یہ روایت معنعن ہے لہذا ضعیف و غیر ثابت ہے۔

[طبقات ابن سعد کی ایک روایت میں آیا ہے کہ (سیدنا) حسن بن علی (رضی اللہ عنہما) نے (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: آپ اس رات ستائیس رمضان کو فوت ہوئے ہیں جس رات عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کی روح بلند کی گئی تھی۔ (۳۹، ۳۸/۳)

اس روایت کی سند ابواسحاق السیمعی (مدلس) کی تدلیس (عن) کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس باب میں تمام روایات اور آثار ضعیف و مردود ہیں۔ ان احادیث میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی عمر میں اختلاف بھی ان احادیث کے ضعف پر دلالت کرتا ہے۔ مزید برآں صحیحین (صحیح بخاری: ۶۲۸۵ و صحیح مسلم: ۲۴۵۰) میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی یہ اصل روایت موجود ہے مگر کسی بھی سند سے یہ الفاظ منقول نہیں ہیں۔ اس لئے یہ حدیث ان الفاظ سے ضعیف بلکہ منکر ہے۔ هذا ما عندي والله أعلم بالصواب تنبیہ بلغ: یہ روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف و مردود ہے اور اس کا متن بھی باطل ہے۔ علاوہ ازیں جو لوگ ختم نبوت کے منکر ہیں اور اس روایت کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں، ان کے نزدیک سلسلہ انبیاء جاری ہے لہذا اس حدیث کی رو سے ان کے نزدیک خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد آنے والے کی عمر ۳۰ سال، اس کے بعد والے کی عمر ۱۵ سال، اس کے بعد آنے والے کی عمر ساڑھے سات سال..... بنتی ہے جس کا کوئی مرزائی قادیانی/ختم نبوت کا منکر بھی قائل نہیں ہے لہذا اس ضعیف و مردود روایت سے منکرین ختم نبوت کا استدلال کرنا باطل ہے۔

قرآن، احادیث صحیحہ اور اجماع سے ثابت ہے کہ نبی کریم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

[محمد خلیب احمد، رفیق ادارہ علوم اثریہ، فیصل آباد، ۳۱/اکتوبر ۲۰۰۷ء یوم الاربعاء]

حافظ زبیر علی زئی

ہدیۃ المسلمین: ۱۴

نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا

((عن عبادة بن الصامت أن رسول الله ﷺ قال: لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب)) عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی نماز نہیں جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے۔ (صحیح البخاری ۱۰۴۱ ج ۵، صحیح مسلم ۱۶۹۱ ج ۳، صحیح ترمذی ۳۹۴) اس حدیث کے راوی سیدنا عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ فاتحہ خلف الامام کے (جہری و سری سب نمازوں میں) قائل و فاعل تھے۔ (کتاب القراءات للبیہقی ص ۶۹ ج ۱۳۳، واسنادہ صحیح، نیز دیکھئے ”احسن الکلام“ تصنیف سرفراز خان صفدر دیوبندی: ج ۲ ص ۳۲ طبع دوم) راوی حدیث عبادة رضی اللہ عنہ کے فہم کے مقابلے میں امام احمد وغیرہ کی تاویل صحیح نہیں ہے۔ خود امام احمد رحمہ اللہ فاتحہ خلف الامام کے قائل و فاعل تھے۔ (دیکھئے سنن الترمذی ج ۳۱۱) فوائد:

- ① اس حدیث پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی، چاہے امام ہو یا مقتدی یا منفرد۔ (دیکھئے تبویب صحیح البخاری، اعلام الحدیث فی شرح صحیح البخاری للخطابی ۵۰۰)
- ② یہ حدیث متواتر ہے۔ (جزء القراءۃ للبخاری: ج ۵)
- ③ سورت المزمل کی آیت: ﴿فَاقْرَءْ وَامَّا تيسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں مقتدی پر قراءت واجب (یعنی فرض) ہے۔ (دیکھئے نور الانوار: ص ۹۳، ۹۴، احسن الحواشی شرح اصول الشاشی: ص ۸۲ حاشیہ ۷، غایۃ التحقیق شرح الحسامی: ص ۷۳، النامی شرح الحسامی ص ۱۵۵، ۱۵۶ ج ۱، معلم الاصول ص ۲۵۰ وغیرہ)
- حدیث بالانے اس قراءت کا تعین سورہ فاتحہ سے کر دیا ہے۔
- ④ آیت ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا﴾ کا تعلق سورہ فاتحہ کے

حافظ زبیر علی زئی

صحیح بخاری پر مجرمانہ حملے اور ان کا جواب

(۱)

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسولہ الامین، أما بعد :
اگر پوچھا جائے کہ چور کی دشمنی سب سے زیادہ کس سے ہوتی ہے؟ تو اس کا آسان
جواب یہ ہے کہ چوکیدار سے! کیونکہ چوکیدار ہی وہ شخصیت ہے جسے ختم کئے یا ہٹائے بغیر
چور چوری نہیں کر سکتا۔ بالکل اسی طرح تمام اہل کفر، اہل باطل، اہل بدعت اور گمراہوں کا
نشانہ علمائے حق بنتے ہیں۔ مثلاً یہود، نصاریٰ، ہنود، آل قادیان، منکرین حدیث اور مبتدعین
کی تنقید کا نشانہ صحابہ کرام و سلف صالحین بنتے ہیں۔ اسی سلسلے میں ایک منکر حدیث ڈاکٹر شبیر
احمد نے ”اسلام کے مجرم“ نامی کتاب لکھ کر، صحیح بخاری و سلف صالحین پر مجرمانہ حملے کر کے یہ
تاثیر دینے کی کوشش کی ہے کہ ڈاکٹر صاحب تو اسلام اور قرآن کے بڑے خیر خواہ ہیں۔!
اس مختصر و جامع مضمون میں ڈاکٹر شبیر صاحب اور ان کی نام نہاد ”مجلس شوریٰ“ کے صحیح بخاری
پر اعتراضات کے جوابات پیش خدمت ہیں:

تنبیہ: اس کتاب کے صفحہ ۳ پر سعودی شیخ مفتی اعظم عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ
کی طرف منسوب ایک جعلی خط شائع کیا گیا ہے، جس کا انسانی آنکھ سے پڑھنا ناممکن ہے
جبکہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ احادیث صحیحہ کو حجت سمجھتے تھے۔ آپ نے حجیت سنت پر ایک رسالہ
”وجوب العمل بسنة الرسول صلى الله عليه وسلم و كفر من انكرها“
[سنت رسول پر عمل کا وجوب اور اس کا انکار کرنے والے کا کفر] لکھا ہے اور اس میں
منکرین حدیث کا دلائل سے بھرپور رد کیا ہے۔ شیخ ابن باز رحمہ اللہ کے نزدیک حدیث اسی طرح
حجت ہے جس طرح قرآن حجت ہے۔ (دیکھئے مجموع فتاویٰ و مقالات متنوعہ ج ۱ ص ۲۱۶، ۲۱۹، ۲۲۱، ۲۳۵)
شیخ صاحب کے فتاویٰ میں صحیح بخاری و صحیح مسلم کے ہزاروں حوالے موجود ہیں۔ وہ ان سے

استدلال کرتے اور انھیں حجت و ثابت سمجھتے تھے۔ ایک جگہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
”وأهم كتب الحديث وأصحها صحيح البخاري وصحيح مسلم فليكثر
من مرا جعتهما والإستفادة منهما“ کتب حدیث میں اہم ترین اور صحیح ترین
صحیح البخاری و صحیح مسلم ہیں لہذا ان دونوں کتابوں کی کثرت سے مراجعت اور ان سے استفادہ
کرنا چاہئے۔ (مجموع فتاویٰ و مقالات ابن باز ۲۳۶/۴ بحوالہ المکتبۃ الشاملہ)

شیخ ابن باز رحمہ اللہ کی طرف جس ”حدیث“ کو منسوب کیا گیا ہے، اس کا متن درج ذیل ہے:
”إذا روي عني حديث فأعرضوه (علی) كتاب الله فإن وافق فاقبلوه ولا
تذروه“ [اگر مجھ سے کوئی حدیث روایت کی جائے تو اسے کتاب اللہ پر پیش کرو پھر اگر وہ
اس کے موافق و مطابق ہو تو اسے قبول کر لو اور نہ چھوڑو۔]

یہ روایت ان الفاظ یا مفہوم کے ساتھ حدیث کی کسی باسند کتاب میں سند کے ساتھ مروی
نہیں ہے بلکہ محض بے اصل اور باطل روایت ہے۔ شیخ محمد طاہر پٹنی ہندی (متوفی ۹۸۶ھ)
نے اسے اپنی کتاب تذکرۃ الموضوعات میں ذکر کر کے مشہور محدث خطابی سے نقل کیا کہ
”وضعتہ الزنادقة ..“ اسے زندیقوں نے گھڑا ہے۔ (ص ۲۸)

زندیقوں اور کافروں کی گھڑی ہوئی اس روایت کو ایک عام طالب علم بھی بطور استدلال پیش
نہیں کر سکتا تو شیخ ابن باز رحمہ اللہ کس طرح پیش کر سکتے تھے؟ دوسرے یہ کہ بے اصل،
باطل اور گھڑی ہوئی روایت بذاتِ خود قرآن مجید کے خلاف ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا أَلَكُمْ الرَّسُولُ فَنُحَذُّوهُ﴾ اور تمہیں رسول جو دے تو
اسے لے لو۔ (الحشر: ۷) اس قرآنی آیت سے معلوم ہوا کہ رسول ﷺ کا ہر حکم واجب التسلیم
ہے لہذا رسول کی صحیح و ثابت حدیث کو قرآن پر پیش کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ڈاکٹر صاحب اینڈ پارٹی نے چونکہ صحیح بخاری پر مجرمانہ حملے کئے ہیں لہذا ان کا اعتراض مجرم
کے لفظ سے لکھ کر اس کا جواب لکھا گیا ہے۔

مجرم (۱): ”فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کا بہترین آدمی وہ ہے جس کی زیادہ بیویاں ہوں۔

(امام بخاری کتاب النکاح - صفحہ ۵۲) “ (اسلام کے مجرم ص ۲۲)
الجواب: نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب یہ روایت صحیح بخاری میں قطعاً موجود نہیں ہے۔
صحیح بخاری میں تو یہ لکھا ہوا ہے کہ سعید بن جبیر نے کہا: مجھ سے ابن عباس نے کہا: کیا تم نے
شادی کی ہے؟ میں نے کہا: نہیں، انھوں نے فرمایا: پس شادی کر لو کیونکہ اس امت کا بہتر وہ
ہے جس کی بیویاں سب سے زیادہ ہیں۔ (کتاب النکاح باب کثرة النساء ح ۵۰۶۹)
سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کو نبی کریم ﷺ کی حدیث بنا دینا ڈاکٹر شبیر احمد جیسے کذابین کا
ہی کام ہے۔ یاد رہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اس امت کے سب
سے بہترین انسان سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی (ایک وقت میں) سب سے زیادہ بیویاں تھیں۔
دیکھئے فتح الباری (۱۱/۹) لہذا شادی نہ کرنے کے مقابلے میں شادی کرنا افضل ہے۔

مجرم (۲): ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام بیویوں کے پاس ہر رات میں دورہ فرمایا کرتے تھے اور وہ
تعداد میں ۹ تھیں۔ (امام بخاری کتاب النکاح - صفحہ ۵۲) “ (اسلام کے مجرم ص ۲۲)

الجواب: صحیح بخاری میں ”فی ليلة واحدة“ ایک رات میں (ح ۵۰۶۸) لکھا ہوا
ہے نہ کہ ”فی کل ليلة“ لہذا ڈاکٹر صاحب نے ”ہر رات“ کا لفظ لکھ کر صحیح بخاری پر جھوٹ
بولا ہے۔ شوہر کا اپنی بیوی کے پاس جانا یا اپنی بیوی سے جماع کرنا کوئی جرم نہیں ہے لہذا
اعتراض کی بنیاد ہی باطل ہے۔ نام نہاد ڈاکٹر نے طنزیہ انداز میں نبی ﷺ کے بارے میں ”جنسی
مشین نہ تھے“ کے الفاظ لکھ کر آپ کی توہین کی ہے جس طرح یہود و نصاریٰ اور کفار آپ
ﷺ کی ازواج مطہرات کا غلط طریقے سے ذکر کر کے آپ ﷺ کی توہین کرتے ہیں۔
نبی ﷺ کے بارے میں اپنی زبان اور قلم کو ہر وقت لگام دینی چاہئے ورنہ عین ممکن ہے کہ نہ
صرف سارے اعمال ضائع ہو جائیں بلکہ دائرۃ اسلام سے ہی خارج ہو جائے اور خبر بھی نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ کا ایک رات میں اپنی ساری (۹) بیویوں کے پاس تشریف لے جانا
امام بخاری سے پہلے امام احمد بن حنبل (المسند ۳/۹۹، ۱۶۱، ۱۸۵، ۲۲۵) امام ابن ابی شیبہ
(المصنف ۱/۱۴۷ ح ۱۵۶۱) امام عبد الرزاق (المصنف ۱/۲۷۵ ح ۱۰۶۱) وغیرہم نے

مختلف سندوں کے ساتھ بیان کر رکھا ہے۔

مسند احمد (۱۶۰/۳ ح ۱۶۶۳۲) و مسند عبد بن حمید (۱۲۶۳، ۱۳۲۵) اور مسند الدارمی (۷۵۳) کی صحیح حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ایک دن (ورات) کا واقعہ ہے۔ ایک دن رات کے واقعے کو ڈاکٹر صاحب ”ہر رات“ کا لفظ لکھ کر مسخرہ بازی کر رہے ہیں۔

مجرم (۳): ”انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سب بیویوں کے پاس ایک گھنٹے کے اندر دورہ فرمایا کرتے تھے اور وہ گیارہ تھیں۔ (کتاب الغسل میں امام بخاری کے نام سے اس حدیث کا عنوان لکھا گیا ہے۔ ”ایک ہی غسل سے جماع کے بعد جماع تمام بیویوں سے کرنا“ (صفحہ ۱۸۹ صحیح بخاری جلد دوم)“ (اسلام کے مجرم ص ۲۲)

الجواب: یہ روایت ”الساعة الواحدة“ کے الفاظ کے ساتھ صحیح بخاری (۲۶۸) میں موجود ہے۔ صحیح بخاری سے پہلے یہ حدیث مسند احمد (۲۹۱/۳) وغیرہ میں مذکور ہے۔ یہاں الساعة الواحدة سے زمانے کا ایک حصہ مراد ہے نہ کہ ماہرین فلکیات کی اصطلاحات (دیکھئے ارشاد الساری ۳۲۵/۱ فتح الباری ۱/۳۷۷) لغت میں وقت اور زمانے کے ایک حصے کو بھی الساعة کہتے ہیں۔ دیکھئے القاموس الوحید (ص ۸۲۳) لہذا ڈاکٹر صاحب کا ”ایک گھنٹے کے اندر“ والا ترجمہ غلط ہے۔ یہ بات عام لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ نبی ﷺ کے زمانے میں مروجہ گھڑیاں ایجاد نہیں ہوئی تھیں لہذا ایک گھنٹے کا ذکر کہاں سے آ گیا؟

اگر مروجہ ایک گھنٹہ ہی مراد ہوتا تو بھی اعتراض کی کوئی بات نہیں تھی کیونکہ شوہر کا اپنی بیوی یا اپنی بیویوں سے جماع کرنا حلال ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔ (سورة البقرة: ۱۸۷) نیز دیکھئے جواب سابق: ۲

مجرم (۴): ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ایسی وادی میں اتریں جہاں بہت سے درخت ہوں لیکن ان کے پتے چڑالنے گئے ہوں اور ایک درخت آپ ایسا بھی پائیں جس کے پتے چڑائے نہ گئے ہوں، تو آپ اپنے اونٹ کو کس درخت سے چڑائیں گے؟ فرمایا: ”اُس درخت سے جس کے پتے چڑائیں نہ گئے ہوں“ امام بخاری کہتے ہیں کہ عائشہ صدیقہؓ کی مراد یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں

میں صرف وہ ہی کنواری تھیں۔ (بخاری کتاب النکاح۔ صفحہ ۵۵) “ (اسلام کے مجرم ص ۲۲، ۲۳)
الجواب: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک کنواری
لڑکی سے شادی کرنا افضل ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ غیر کنواری سے شادی کرنا
جائز نہیں ہے۔

تنبیہ: صحیح بخاری (۵۰۷۷) والی یہ روایت صحیح ابن حبان (الاحسان: ۴۳۳۱/۴۳۱۶)
میں بھی موجود ہے اور امام بخاری کے علاوہ محمد بن ایوب سے بھی مروی ہے کہ انھوں نے یہ
حدیث ابن ابی اویس سے بیان کی ہے۔ دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی (۸۱/۷)
یاد رہے کہ نبی ﷺ پر پورا درود لکھنا چاہئے صرف ”ص“ لکھنا جائز نہیں۔ دیکھئے کتب
اصول الحدیث اور مقدمہ ابن الصلاح ۲۰۹، دوسرا نسخہ ص ۲۹۹

مجرم (۵): ”عائشہؓ فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میں ایک ٹب میں نہاتے تھے اور وہ
صلی اللہ علیہ وسلم حالت حیض میں مجھ سے اختلاط فرمایا کرتے تھے۔ (بخاری کتاب الحيض۔ صفحہ ۹۷)“
(اسلام کے مجرم ص ۲۶)

الجواب: صحیح بخاری میں ایسی کوئی حدیث موجود نہیں ہے جس میں یہ آیا ہو کہ ”رسول اللہ
ﷺ اور میں ایک ٹب میں نہاتے تھے“ لہذا ہو سکتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے صحیح بخاری
پر جھوٹ بول کر جھوٹ کا عالمی ریکارڈ قائم کرنے کی کوشش کی ہو۔ صحیح بخاری میں تو یہ لکھا ہوا
ہے کہ ”كنت اغتسل أنا والنبي ﷺ من إماء واحد كلانا جنب و كان
يأمرني فأتزر فيباشروني وأنا حائض“ میں اور نبی ﷺ حالت جنابت میں ایک برتن
سے (پانی لے کر) غسل کرتے تھے اور میں جب حالت حیض میں ہوتی تو آپ مجھے ازار
باندھنے کا حکم دیتے پھر میرے ساتھ مباشرت فرماتے یعنی میرے ساتھ (میری حالت حیض
میں) لیٹ جاتے تھے۔ (صحیح بخاری کتاب الحيض باب مباشرة الخائض ح ۲۹۹، ۳۰۰)

اس برتن سے دونوں ایک ہی وقت میں اپنے ہاتھوں سے پانی لیتے تھے۔

دیکھئے صحیح بخاری (۲۶۱، ۲۷۲) ایک روایت میں ہے: ”من إماء بيني وبينه واحد“

میرے اور آپ کے درمیان میں ایک برتن ہوتا تھا۔ ملخصاً (صحیح مسلم: ۳۲۱/۳۲۲) اندھیری رات میں روشنی کے بغیر، میاں بیوی کا ایک ہی برتن سے پانی لے کر اکٹھے نہانا کس دلیل کے خلاف ہے؟ اللہ کا شکر ادا کریں کہ امہات المؤمنین نے نبی ﷺ کے غسل کا طریقہ یاد کر کے اُمت کے سامنے بیان کر دیا ہے تاکہ دین اسلام ہر طرح سے مکمل رہے۔ واللہ حالۃ حیض میں جماع کرنا جائز نہیں ہے لیکن جماع کے بغیر میاں بیوی کا باہم لیٹ جانا منع نہیں بلکہ جائز ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اصنعوا کُلَّ شَیْءٍ إِلَّا الْجَمَاعَ .)) جماع کے علاوہ سب چیزیں کرو۔ (سنن ابن ماجہ: ۶۴۴۰ وسندہ صحیح صحیح مسلم: ۶۹۳۰۲ نحو المعنی) یعنی حائضہ بیوی سے دخول والا جماع ممنوع ہے اور باقی سب باتیں مثلاً پیار کرنا، لیٹنا، ساتھ سلانا اور اکٹھے کھانا پینا جائز ہے اور اس حدیث میں اسی کو اختلاف و مباحثت کہا گیا ہے لہذا اعتراض کی کیا بات ہے؟

ایک برتن سے (پانی لے کر) نہانے والی حدیث صحیح بخاری سے پہلے کتاب الام للشافعی (۸/۱) اور مسند احمد (۳۷۶/۳) وغیرہما میں بھی موجود ہے۔ واللہ مجرم (۲): ”رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر بن عبد اللہ کو سرزنش کی تم نے شوہر دیدہ (بیوہ) عورت سے نکاح کیوں کیا؟ کنواری نو عمر لڑکی سے نکاح کیوں نہ کیا کہ تم اُس سے کھیتے اور وہ تم سے کھیتی۔ (بخاری کتاب النکاح۔ صفحہ ۵۶) آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو بیواؤں اور بے سہاروں کا سہارا تھے۔“ (اسلام کے مجرم ص ۲۶)

الجواب: یہ حدیث سرزنش کے لفظ کے بغیر صحیح بخاری میں موجود ہے۔ (ج ۵۰۸۰) سرزنش کا مطلب ہے: ”ملامت۔ جھڑکی۔ گھڑکی“ (لغات سعیدی ص ۴۱۰) لغت کی ایک دوسری کتاب میں لکھا ہوا ہے: ”سرزنش کرنا۔ التائب، التوبخ“ (المعجم اردو عربی ص ۴۲۴) حدیث میں تائب و توبخ اور ان کی مشتقات والا کوئی لفظ موجود نہیں ہے لہذا ڈکٹر صاحب نے اپنی طرف سے ”سرزنش“ کا لفظ گھڑ کر حدیث میں اضافہ کر دیا ہے۔ نبی ﷺ نے جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا کہ تم نے کنواری سے کیوں نکاح نہیں کیا؟ انھوں نے

جواب دیا: (میرے والد شہید ہو گئے ہیں اور) میری کئی بہنیں ہیں۔ (دیکھئے صحیح البخاری کتاب البیوع باب شراء الدواب والحمیر ح ۲۰۹۷) یہ جواب سن کر پھر نبی ﷺ نے اس سلسلے میں دوسرا کوئی سوال نہیں کیا (بلکہ تصدیق فرمائی جیسا کہ آگے آرہا ہے) مگر حدیث کا مذاق اڑانے والے ڈاکٹر کو اصرار ہے کہ آپ نے سرزنش کی۔ منکرین حدیث کا یہ طریقہ ہے کہ حدیث کا غلط ترجمہ کر کے اور اس میں خود ساختہ الفاظ کا اضافہ کر کے یہ کوشش کرتے ہیں کہ عوام کے دل میں حدیث کی نفرت بیٹھ جائے۔ جب تحقیق کی جاتی ہے تو یہ تمام اعتراضات باطل ثابت ہوتے ہیں اور حدیث کی محبت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ والحمد للہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ یہ حدیث صحیح بخاری سے پہلے مسند احمد (۳۰۸/۳) و مسند الحمیدی (۲۳۷) تحقیقی و سندہ صحیح) میں بھی موجود ہے بلکہ مسند الحمیدی و صحیح البخاری (۴۰۵۲) میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جابر رضی اللہ عنہ کا جواب سن کر فرمایا: ((أصبتَ)) تم نے ٹھیک کیا ہے۔

مجرم (۷): ”میرے بعد لوگوں پر عورت سے بڑھ کر فتنہ کوئی نہیں۔ (حدیث بخاری کتاب النکاح۔ صفحہ ۶۱)“ (اسلام کے مجرم ص ۲۶، ۲۷)

الجواب: صحیح بخاری (۵۰۹۶) کی یہ حدیث: ((ماترکت بعدي فتنة أضرب علی الرجال من النساء)) صحیح بخاری سے پہلے مسند الحمیدی (۵۴۷) تحقیقی) و مسند احمد (۲۱۰، ۲۰۰/۵) اور مصنف عبدالرزاق (۳۰۵/۱۱ ح ۴۰۶۰۸) وغیرہ میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنِّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوٌّ لَكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ﴾ اے ایمان والو! بے شک تمہاری بیویوں اور اولاد میں سے (بعض) تمہارے دشمن ہیں لہذا ان سے ڈرو۔ (التغابن: ۱۴)

دنیا میں جتنا فتنہ و فساد ہے اس کی اصل زن (عورت) زر (سونا، دولت) اور زمین ہے۔ ارد گرد کا ماحول دیکھیں، اللہ کے سوا جن کی پوجا کی جارہی ہے وہاں کا نظارہ کریں تو اکثریت عورتوں کی ہی پائیں گے۔

معلوم ہوا کہ درج بالا حدیث بالکل صحیح ہے اور قرآن کے خلاف نہیں لہذا اعتراض کی کیا بات ہے؟ یاد رہے کہ عورتوں کی اکثریت کا فتنہ میں مبتلا ہونا اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ تمام عورتیں فتنہ پرور ہیں۔ عورتوں میں کئی عورتیں بہت نیک، دیندار بلکہ کئی عورتیں عام مردوں سے علم، نیکی اور تقویٰ وغیرہ میں زیادہ ہوتی ہیں۔

مجرم (۸): ”خولہ بنت حکیم نے خود کو نبی کے لئے تختہ پیش کیا۔ حضرت عائشہؓ بولیں۔ ”عورت کو ایسا کہتے شرم نہیں آتی“ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے لگی تو حضرت عائشہؓ بولیں۔ ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو یہ دیکھتی ہوں کہ آپؐ کا رب آپؐ کی خواہشات کو پورا کرنے میں بہت جلدی کرتا ہے۔

(بخاری کتاب النکاح۔ صفحہ ۶۷) (اسلام کے مجرم ص ۲۷)

الجواب: رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ خاص حکم تھا کہ اگر کوئی مومنہ عورت بغیر حق مہر اور بغیر شرط نکاح کے اپنی جان آپ کو پیش کرتی تو آپ کے لئے اسے نکاح میں لانا جائز تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَمْرًا مِّنْهُ أَنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ط﴾ اور کوئی مومنہ عورت اگر اپنی جان نبی کے لئے ہبہ کرے، اگر نبی اس سے نکاح کرنا چاہے، یہ مومنین کو چھوڑ کر آپ کے لئے خاص ہے۔ (الاحزاب: ۵۰)

صحیح بخاری (۵۱۱۳) میں ”هواك“ کا مطلب ”رضاك“ ہے۔ (فتح الباری ۱۶۵/۹) یعنی اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی رضا میں جلدی فرماتا ہے۔ یہ اللہ اور رسول کا معاملہ ہے۔ اللہ کی مرضی ہے کہ وہ اپنے حبیب پر جتنے فضل و کرم اور رحمتوں کی بارش فرمائے، اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے؟ نبی ﷺ کی پیاری بیوی سیدہ عائشہؓ اپنے شوہر اور محبوب سے گفتگو کرے تو اس کا مذاق اڑانا انھی لوگوں کا کام ہے جن کے دلوں میں رسول اللہ ﷺ اور ازواج مطہرات سے محبت نہیں ورنہ وہ اس کی کبھی جرأت نہ کرتے۔

یاد رہے کہ صحیح بخاری کی مذکورہ حدیث صحیح بخاری سے پہلے مسند احمد (۱۵۸/۶) میں بھی موجود ہے۔ [باقی آئندہ شمارے میں، ان شاء اللہ]

حافظ ندیم ظہیر

احسن الحدیث

مومنوں کو ایذا

﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغَيْرِ مَا كُتِبَ لَهُمْ فَقَدْ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا﴾
اور وہ لوگ جو مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بغیر (کسی جرم کے) جو اُن سے سرزد ہوا ایذا
(تکلیف) پہنچاتے ہیں تو یقیناً انھوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا۔ (الاحزاب: ۵۸)

فقہ القرآن:

☆ گذشتہ آیت میں اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچانے والوں کے انجام کا تذکرہ ہے اور اس
آیت میں اہل ایمان کو مصائب و آلام سے دوچار کرنے والوں کے لئے ترہیب و تنبیہ ہے۔
☆ ایک مومن آدمی کا اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا مقام ہے، یہی وجہ ہے کہ دین اسلام میں اہل ایمان
کی توہین اور ان کے مال و عزت کو پامال کرنے سے سختی سے روکا گیا ہے۔ اس سلسلے میں چند ایک
احادیث درج ذیل ہیں:

- ① رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی کو یہ برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے، ہر مسلمان کا
خون، اس کی عزت اور اس کا مال دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۶۴، دارالسلام: ۶۵۴۱)
- ② رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((وَمَنْ لَعَنَ مُؤْمِنًا فَهُوَ كَقَتْلِهِ، وَمَنْ قَذَفَ مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ
فَهُوَ كَقَتْلِهِ)) جس شخص نے کسی مومن پر لعنت کی تو وہ اسے قتل کرنے کے برابر ہے اور جس نے
کسی مومن کو کفر سے اتہام کیا تو (یہ بھی) اسے قتل کرنے کے مترادف ہے۔ (صحیح بخاری: ۶۰۴۷)
- ③ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مجھے معراج کرائی گئی تو میرا گزر کچھ ایسے لوگوں کے پاس
سے ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے۔ میں نے پوچھا
اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ (تو جبریل نے) کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے
(یعنی غیبت کرتے ہیں) اور ان کی عزتوں کو پامال کرتے ہیں۔ (سنن ابی داؤد: ۴۸۷۸، سندہ صحیح)
- ☆ مذکورہ آیت اور احادیث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ کسی طرح بھی اپنے مسلمان بھائی کو ایذا
نہیں پہنچانی چاہئے۔

ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی

ایک غلط فہمی کا ازالہ

میری کتاب ”قرآن وحدیث میں تحریف“ کے صفحہ ۲۵ پر سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۲۱ کے نیچے سورۃ الحشر آیت نمبر ۷ کا ترجمہ درج ہو گیا ہے جس سے بعض عربی سے ناواقف دوستوں نے یہ تبصرہ کیا ہے کہ آیت کا ترجمہ غلط کیا گیا ہے۔ یا مخالفین نے ان کو یہ بات باور کرانے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ یہ اس آیت کا ترجمہ ہی نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کمپوزر نے کمپوزنگ کرتے وقت تقریباً آدھا صفحہ کمپوز نہیں کیا، جس سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اصل مضمون ہمارے پاس محفوظ ہے جس میں یہ وضاحت موجود ہے۔ نیز میرا یہ مضمون حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کی کتاب نور العینین فی مسئلۃ رفع الیدین میں بھی موجود ہے اور یہ کتاب کافی عرصہ پہلے کراچی سے بھی شائع ہو چکی ہے۔ جو عبارت درمیان سے چھوٹ گئی ہے وہ یہ ہے: (آیت سورۃ الاحزاب نمبر ۲۱)

”درحقیقت تم لوگوں کے لئے اللہ کے رسول (کی ذات) میں بہترین نمونہ موجود ہے۔ ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخر کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔“

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی ذات کو مومنوں کیلئے بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔ مسلمانوں کے لئے لازم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے انھیں جو کچھ ملے، وہ اسے مضبوطی سے تھام لیں کیونکہ اللہ اور یوم آخر پر ایمان کا یہ تقاضا ہے۔ وما آتکم الرسول فخذوه وما نہکم عنہ فانتہوا واتقوا اللہ إن اللہ شدید العقاب (الحشر آیت ۷) بحوالہ (نور العینین ص ۱۷) یہ پوری عبارت چونکہ چھپ نہیں سکی لہذا اس کے کمپوز نہ ہونے کی وجہ سے یہ ساری غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے۔ آئندہ اشاعت میں اس غلطی کا تدارک کر دیا جائے گا۔ نیز بعض دوسری غلطیوں کو بھی درست کیا جائے گا۔ امید ہے کہ اس وضاحت کے بعد دوستوں کی تسلی ہو جائے گی۔ إن شاء اللہ تعالیٰ العزیز

(۱۱/ جولائی ۲۰۰۷ء)